

کتاب الامم ربانی

مؤلف

حضرت آیت الله العظمیٰ الخلیفۃ المسیح الرابعی

ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

مطبع

پیشہ ایڈیٹر کتبہ اسلامیہ
مدینہ منورہ

مکتوباتِ امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرمدی قدس سرہ

اُردو ترجمہ

توضیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیبِ امام مہجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پن پبلشنگ کمپنی بندر دُکراچی

صَفِّ مَطَهَّرَةٍ فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةُ ۞

بِسْمِ الْحَمْدِ هَرِآنِ چِیزِ کِه خَاطِرِ مِی خَوَاسْت
آخِرِ آنِزِ پَسِ پُرُوهُ تَقْدِیرِ پَیْدِ

بَعْنِ

— (اُرْدُو ترجمہ) —

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

دفتر اول — حصہ چہارم

— (تصحیح و حواشی و ترجمہ) —

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب امام مسجد حضرت آغا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

— (ناشر) —

مدینہ پبلشنگ کمپنی، بسند رڈ، کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

آفٹ طباعت _____ ۱۹۶۱ء

نام کتاب _____ مکتوبات امام ربانی

مترجم _____ محمد سعید احمد نقشبندی خلیفہ جامع حضرت داتا گنج بخش لاہور

طابع _____ مشہور آفٹ پریس، میکوڈ روڈ کراچی

ناشر _____ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ کراچی

تعداد _____ دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت _____ Rs 60.00

مسلخہ کاپیتہ

مدینہ پبلشنگ کمپنی

بندر روڈ — کراچی — پاکستان

فہرست مضامین مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور ترجمہ دفتر اول حصہ چہام

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۵	برابر نہیں، لیکن اس کی نفس جمعیت میں برابر ہے۔	۲۱	مکتوب نمبر ۲۲۱
۷	بعض اوقات تفرقہ ظاہر کے بغیر چاہ نہیں۔	۲۱	✓ خصائص و کمالات طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں۔
۷	بندوں کے تین حصے خالصۃ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔	۲۲	اس طرح کے بند معائنہ کے اظہار کا سبب
۲۶	مشائخ طریقت کی بعض عبارات کے بائے میں سوال و جواب۔	۲۲	ان کے بعید ہونے کے باوجود۔
۷	یہ طریقہ تمام باقی طریقوں سے اقرب ہے۔	۲۲	اس طریقہ کے سر ملحقہ حضرت صدیق اکبرؓ کی ابتداء کے اتمام میں درج ہونے کے
۲۷	اس طریقہ میں ابتداء میں حلاوت اور وجدان ہے اور اتمام میں بے مزلگی، اور فقدان ہے بخلوت	۲۲	متعلق و سوال اور ان کا جواب۔ اور وصل عریاں کے مراد ہی معنی۔
۲۷	دوسرے طریقوں کے۔	۲۲	فائق و صفاتی اور اسمائی تجلیات کے غیر تنہا ہی ہونے کے متعلق دو اعتراض اور ان
۲۷	اور اس طریقہ میں ابتداء میں قرب و شہود ہے، اور اتمام میں بعد و حرمان ہے۔ اور	۲۳	دو قول کا جواب۔
۷	اس معنی کا راز۔	۲۳	تجلی کے معنی کا بیان۔
۷	اس طریقہ کے اکابر نے اسما و مواجد کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق اور معارف کو علوم شرعیہ کا خادم گردانا ہے۔	۲۳	اگر سوال کریں کہ ان تجلیات کو ذاتی کس اقباب سے کہتے ہیں، اس کا جواب الخ۔
۷	یہ بزرگ سماع اور قس کو جائز نہیں رکھتے اور ذکر جہر کی طرف رُخ نہیں کرتے۔	۲۳	جاننا چاہیے کہ اس مقام میں وصل مطلوب بھی بے کیف و بے مثال ہے، اس نہایت تنگ پسینے والے اس طریقہ اور دوسرے طریقوں
۲۸	وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لیے بھلی کی طرح مختصر سے وقت کے لیے نمودار ہوتی ہے ان بزرگوں ہمیشہ کے لیے	۲۳	بہت ہی کم ہیں۔
۲۸	سفر و وطن اور خلوت و رخصت کے معنی۔	۲۳	تفرقہ اور عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلقاً

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۸	یہ فقیر اپنے فوق سے محسوس کرتا ہے کہ کافر زنگ بھی اس سے کئی مرتبے بہتر ہے، اور اگر اس کی کوئی شخص دلیل طلب کرے تو یہ فقیر دلیل پیش کرنے سے عاجز نہیں ہوگا۔	۲۸	حاصل ہے۔ اس طریقہ میں پیری اور سریدی طریقوں کے سکھانے اور سیکھنے سے ہے۔ کلاہ اور شجرہ سے نہیں۔
۳۰	اس مضمون سے متعلق سوال و جواب پیر سے غائب ہونے کی صورت میں پیر سے رابطہ عظیم نعمت ہے۔	۲۹	متعدد پیر پکڑنے کے جواز کا بیان، اور اس بارے میں علمائے بخارا شریف کا فتویٰ منفی پیر کا بیان۔
۳۱	قرب قلوب کے باوجود قرب ابدان کو بھی نہیں کھونا چاہیے۔	۳۰	اس طریقہ میں نفس امارہ کے مجاہدات و ریاضات، احکام شریعہ بجالانے اور روشن سنت کی پیروی کا التزام کرنے میں ہیں۔
۳۲	مکتوب نمبر ۲۲۳ انہما را محال اور اپنے پیر کی خدمت میں واقعات پیش کرنے پر ابھارنے کے بیان میں۔	۳۱	اس طریقہ نقشبندیہ میں طالب کو چیلانا شیخ مقتدا کے تعارف سے وابستہ ہے۔ اس کے تعارف کے بغیر کام نہیں بنتا۔
۳۳	مکتوب نمبر ۲۲۴ رعایت آداب اور نصائح ضروریہ کے بیان میں۔	۳۲	یہ بزرگ جس طرح نسبت عطا کرنے میں قدرت رکھتے ہیں، اسے چھین لینے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔
۳۴	بزرگوں نے فرمایا ہے جب دشمن یمن نیکی اور نصیحت کی راہ سے آئے تو اس کا دفع کرنا مشکل ہوتا ہے۔	۳۳	اس طریقہ نقشبندیہ میں زیادہ تر اناہدہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ مکتوب نمبر ۲۲۵
۳۵	فقر اور نامرادی اس گروہ کا جمال ہے اور عین سید کریمین علیہ السلام کی اقتدا ہے۔	۳۴	خرابی احوال اور اپنے اعمال کو کم دیکھنے کے بیان میں۔
۳۶	حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے بندوں کے رزق کا فیصل بن چکا ہے، اور ہمیں اور تمہیں اس فکر سے فارغ کر دیا ہے۔ تو اپنے متعلقین	۳۵	ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک بڑائیاں رکھنے والا فرشتہ اس سے کوئی برائی صادر نہ دیکھے، جسے وہ رکھے۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۷	پیری سے تعلق رکھتے ہیں۔	۳۲	کاظم بھی اسی کے حوالے کرنا چاہیے۔
۳۷	عارفین کا ریا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہے۔ اور اس کے راز کا بیان اور اس سے دفع وہم کا بیان۔	۳۳	الشیخ فی قولہ کالنبی فی آئمہ اکابر طریقت نے بعض مریدوں کو بعض مصلحتوں کے پیش نظر مقام پیری تک پہنچنے سے قبل ایک قسم کی اجازت دی ہے۔
۳۹	مکتوب نمبر ۲۲۸	۳۴	مکتوب نمبر ۲۲۵
۳۹	ان نصاب کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتے ہیں۔	۳۵	اس بیان میں کہ اس طریقہ کے ابتداء میں ہی وہ حالات میسر آجاتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسر آتے ہیں اور احوال کا ظہور اس شخص کے کمال کو مستلزم نہیں۔
۳۹	اس طریقہ کا مدار دو اصول پر ہے، ایک شریعت پر انتقامت۔ دوم شیخ طریقت کی نسبت میں بھگتی اور استحکام۔	۳۶	مکتوب نمبر ۲۲۶
۳۹	اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے تاکہ برکت موت سلامتی ایمان نصیب ہو۔ اس وقت اجازت نامے اور مریدین کچھ کام نہیں آئیں گے۔	۳۷	اس بیان میں کہ فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مرتب ہونے والا ہے اہل اللہ سر ہند شریف میں جمع ہونے کا بیان اور حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کی خدمت میں ان کی جمیعت۔
۳۹	مکتوب نمبر ۲۲۹	۳۷	اہل دعیال کی رضا جوئی کے لیے اپنے آپ کو بلا اور مصیبت میں ڈالنا۔
۳۹	اس بیان میں کہ ہمارا طریقہ حضرت خواجہ کا ہی طریقہ ہے۔ اور ہماری نسبت بھی وہی نسبت ہے۔ لیکن آئی بات ہے کہ نسبت کی تکمیل بہت سے افکار جمع ہونے سے ہوتی ہے۔	۳۷	عقل دور اندیش سے بہت بعید بات ہے۔
۳۹	شیخ علاء الدولت نے فرمایا ہے جس قدر واسطے زیادہ ہوں گے راستہ زیادہ نزدیک ہوگا۔	۳۷	دینا بے وفائی میں مشہور ہے اور اہل دنیا خست و کیسگی میں مشہور ہیں۔
۳۱	جائے گا۔	۳۷	مکتوب نمبر ۲۲۷
۳۲	مکتوب نمبر ۲۳۰	۳۷	ان نصاب اور مواضع کے بیان میں جو مقام
۳۲	ہمت ملند رکھنے، اور جو کچھ حاصل ہو چکا		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۷	ہو، اس پر کفایت نہ کرنے کے بیان میں۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا یا سنا گیا یا جاننا گیا وہ سب غیر خدا ہے، وہ ذات تعالیٰ اس سب سے دواء الراء ہے۔	۴۲	ہو، اگرچہ یہ بات کفر ہے کہ کوئی اپنے آپ کو اتنا اُونچا تصور کرنے لگے کہ اگر وہ برہم اور ناواض ہو تو سارا جہاں درہم برہم ہو جائے لیکن کیا کیا جائے ہمیں تو ہمارے ارادے کے بغیر ہی اُونچا بنا دیا گیا ہے۔
۳۸	مکتوب نمبر ۲۳۳	۴۳	مکتوب نمبر ۲۳۱
۴۰	اس بیان میں کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت وجود محض ہے، اور تجلی ذاتی کا بیان اور من حرف ففسہ فقد حرف ربطہ کا معنی اور آیہ کریمہ اللہ فوراً السموات والارض کا معنی۔	۴۴	درجہ ذیل سوالات کے جوابات میں: (۱) حصول اور حصول کے درمیان کیا فرق ہے؟ (۲) وہ اسماء جو انبیاء کے مبادی کے تعینات ہیں۔ کیا وہی اولیاء کے مبادی کے بھی تعینات ہیں یا نہیں؟ (۳) ذکر جبر سے کیوں منع کیا جاتا ہے، مالا لک یہ شوق و فودق پیدا ہونے کا باعث ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل مبارک و قسم ہے، ایک بطور عبادت، دوسرا بطریق عرف و عادت اول کی مخالفت بدعت ہے۔ دوسرے کی مخالفت بدعت نہیں۔
۵۰	صاحب خصوص کے نزدیک اعیان شابرہ کا بیان اور حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک حقائق ممکنات۔	۴۵	مکتوب نمبر ۲۳۲
۵۱	حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ اور اعیان شابرہ۔	۴۶	کینی دنیا کی حقیقت اور اس کی تدوی طبع سازلوں کی قباحات کے بیان میں، اور اس کینی دنیا کی محبت کا علاج۔
۵۲	تمام المعرفت عارف جب حضرت وجود تک ترقی کرنے کے بعد عدم حرف کے تقا میں نزول فرماتا ہے الخ	۴۷	مکتوب نمبر ۲۳۳
۵۳	پس ناچار اس عارف کا شیطان بھی حسن اسلام پیدا کر لیتا ہے۔ اور اس کا نفس نفس مطمئنہ بن کر اپنے مولیٰ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔	۴۸	بعض نصاب کے بیان میں۔ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
۵۴	یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا	۴۹	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۶	کیسی کی مذمت -	۵۲	اَسْلَم شیطانی -
۵۷	شیخ محمد الدین عربی کے نزدیک حقائق ممکنات		یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ان معارف کے
	یہ علوم و معارف کبھی بھی اہل اللہ نے ان کے		حصہ وافر حضرت امام مہدی کو حاصل ہوگا -
	متعلق لب کشائی نہیں فرمائی - اشرف معارف اور		ممکنات بالذات شروفا کا محل ہیں اور
	اکمل علوم میں سے ہیں - جو ہزار سال کے بعد		ان میں کمال حضرت نجات واجب ثنائی کی طرف سے
۵۸	شہود پر ظہور پذیر ہوئے ہیں -		عارفہ آیا ہوا ہے -
	ہر سال کے بعد اس امت کے علماء میں سے		عدم صرف کے وجود صرف کے ساتھ گئیں
	کسی کو مجدد مقرر کرتے ہیں خاص کر ہزار سال گزرنے		ہونے کے متعلق سوال و جواب - اور ایک اور سوال
	کے بعد -		جواب متعلق بالقاصد عدم کہ معقول ثانی ہے ،
	عارف تمام المعارف جب مروج و نزول	۵۳	وجود خارجی کے ساتھ -
	کے مراتب طے کرنے کے بعد عدم صرف میں		ایک اور سوال و جواب جو صفات حقیقہ
	نزول فرماتا ہے - تو تمام کمالات اس میں ظاہر		کے مرتبہ نظائر میں ہونے سے متعلق ہے ، اور
۶۰	ہو جاتے ہیں -	۵۴	مرتبہ اصل میں ان کے وجود کا نہ ہونا -
	عدم کے وجود کا آئینہ ہونے سے متعلق		من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور
	ایک سوال و جواب -		آیہ کریمہ اللہ فور السعوت والارض کا معنی
	ان الہامات کے وسوسہ شیطانی میں	۵۵	من فسر القرآن برایہ فقد کفر
	سے نہ ہونے بلکہ علوم ربانی میں سے ہونے		ممکنات کے اصول و ذوات عبادات محض
	کی دلیل - اور ان علوم کے اظہار کی وجہ -		ہیں - اور ممکنات کے فقائض ان عبادات کے
۶۱	مکتوب نمبر ۲۳۵		مقتضی -
	اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت دنیوی		حسن و قبح کے مصداق کا بیان ، اور نکاح
	اور اخروی سعادتوں کا سرمایہ ہے -		میں لائی جانے والی خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں
	اگر جہاں بھر کی تاریکیاں باطن میں ڈال دیں		کے لیے آرائش و زیبائش کے جواز کا سبب -
	لیکن اس محبت کو قائم و ثابت رکھیں تو کوئی غم		ایکھو المہدفان فیہم لونا کلون اللہ
	نہیں کرنا پڑیگا - اور اگر پہاڑوں کی مندر میں	۵۶	ما الدنیا والاخرۃ الا ضرتان -

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۳	مکتوب نمبر ۲۳۸	۶۱	افراد و احوال دل میں ڈالیں لیکن ایک بال برابر اس صحبت میں فرق ڈال دیں تو یہ سراسر خرابی ہے۔
	اس میں کہ دینی بھائیوں کی تعداد زیادہ بننے میں بہت سی امیدیں ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ ٹرڈوں کے احوال پیروں کی رکاوٹ کا باعث بن جائیں اور عجب اور خود ستائی میں مبتلا کر دیں۔ ٹرڈوں کے احوال پیروں کی ترقی کا باعث بنتے ہیں نہ کہ تنزل کا۔	۶۲	مکتوب نمبر ۲۳۷
	یہ بھی چاہیے کہ مثلاً طریقہ تادیر اور نقش بندیر میں غلط ملط نہ ہو۔		بعض اسرار کے بیان میں۔
۶۵	مکتوب نمبر ۲۳۹	۶۳	تہیں ولایت موسوی میں پایا اور وہاں سے کھینچ کر ولایت محمدیہ خاصہ کے دائرہ میں داخل کیا۔ اب بیس روئے سے زیادہ دن چور ہے ہیں کہ تہیں اپنی گود میں رکھ کر پرورش کر رہا ہے۔
	ان استفسارات کے جواب میں جو مکتوب الہ نے کیے تھے۔		مکتوب نمبر ۲۳۶
۶۶	احوال سے مقصود محل احوال (مذاقناہی) کے ساتھ گرفتاری ہے۔		روحانیت کی متابعت اور طریقہ
	مخلص لوگوں کی لغزشیں مساف ہیں۔		نقشبندیہ کی مدد کے بیان میں۔
	جو بھی مقبول ہو تا ہے بلا علت اور بلا علت ہی ہوتا ہے۔		اس طریقہ کے اکابر کو اگر سنت کی پابندی کے ساتھ احوال و معاہدے سے مشرف فرماتے ہیں تو یہ آسے غلط فہم جانتے ہیں۔ اور اگر اس پابندی میں فتور پاتے ہیں تو احوال پرستہ نہیں کرتے۔
	ہر کام میں استخارہ کرنا مسنون ہے اور استخاروں کی تعداد اور ان کے نتیجہ کا بیان۔		ہندوستان کے برہمن اور جوگی اور یونان کے فلاسفہ تجلیات صوری اور علوم توحیدی کا کافی حقہ رکھتے ہیں۔ لیکن خرابی کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں۔
	اسی قبیلہ سے ہیں وہ امدادیں جو روحانیت اکابر سے افعال اجسام کی طرح نمود پذیر ہوتی ہیں جیسے دشمنوں کو ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا۔		اس طریقہ سے منسلک رہنے والے پر اولاً موافق آراء اہل سنت و جماعت عقائد کی درستی لازم ہے۔ دوسرے فرض، واجب، سنت اور استحباب کا علم، تیسرے درجے میں علوم صوفیہ کی نوبت آتی ہے۔
۶۷	مکتوب نمبر ۲۴۰		
	اس راہ کی بے نہایتی اور کلمہ طیبہ کے بعض		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	مکتوب نمبر ۲۳۳	۶۷	فوائد کے بیان میں۔
۷۲	اس خط کے جواب میں جو مکتوب الیہ نے اپنی غرابی احوال کے بارے میں تحریر کیا تھا۔	۶۸	جو کچھ دید و دانش میں آئے فنی کرنے کے قابل ہے۔
	مکتوب نمبر ۲۳۵		دوسری نصیحت یہ ہے کہ شریعت پر استقامت ہو اور اپنے احوال کو اصول شرعیہ کے ساتھ مطابق رکھا جائے۔
۷۳	ان استفسارات کے جواب میں، جو مکتوب الیہ نے کیے تھے۔		مکتوب نمبر ۲۳۱
۷۴	ذکر اللسان القلقہ و ذکر القلب و سوسہ و ذکر الروح شرک و ذکر السر کفر۔	۶۹	بعض دوستوں کی تلقی کے بیان میں۔
	حضرت امام غزالی برعلی سینا کی تکفیر کے قابل ہیں۔		مکتوب نمبر ۲۳۲
	مکتوب نمبر ۲۳۶		بعض سوالات کے جواب میں۔
۷۵	اس مقام کے حصول کے بیان میں جس کا میر نیرمان امیدوار اور منتظر تھا۔		اس بات کا جواب کہ اسم ذات کے ساتھ شغل کب تک ہوتا ہے۔ اور اس سے کتنی مقدار میں مجاہد دور ہوتے ہیں اور فنی و اثبات کس حد تک ہیں، اور اس کلمہ سے کتنی مقدار میں مجاہد دور ہوتے ہیں۔
۷۶	مکتوب نمبر ۲۳۷		مکتوب نمبر ۲۳۳
	اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کے وجود پر دلیل بھی خود اس کا اپنا وجود ہے۔		طریقہ نقش بندہ اختیار کرنے کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ فنا کے بغیر فلاس میٹر نہیں آتا۔
	عرفت ربی بفسخ العزائم لاجل عفت فسخ العزائم برہی	۷۰	اس بلند طریقہ کے اکابر کی عادات کا بیان۔
۷۷	مکتوب نمبر ۲۳۸	۷۱	ما سوا اللہ کے نقوش ان اکابر کے باطن سے اس طرح نازل ہو جاتے ہیں، کہ اگر بے اصل بھی حکمت کے ساتھ حاضر کرنا چاہیں تو حاضر نہیں ہوتے اور ان اکابر کے لیے تجلی ذاتی دائمی ہے
	اس بیان میں کہ انبیاء کی متابعت کرنے والے کا ملین کو انبیاء کے تمام کمالات سے حصہ ملتا ہے۔ اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس بات کی تحقیق کہ تجلی ذاتی جو آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے، اکیس		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۲	اور یہ صفت حضرت محمد حضرت ابراہیم حضرت نوح علیہم السلام کا رب ہے۔	۷۷	معنی سے ہے۔ مکتوب نمبر ۲۴۹
۸۳	حضرات شیخین نبوت کے بوجھ کے حامل ہیں اور حضرت علی ولایت کے بوجھ کے اور حضرت ذوالنورین دونوں طرف کے بوجھ کے حامل ہیں۔	۸۰	سید الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کے بیان میں۔ مکتوب نمبر ۲۵۰
۸۴	اس وجہ کے بیان میں کہ حضور علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت کی متابعت کا حکم کیوں دیا گیا۔	۸۱	استفسارات کے جواب میں۔ نسبت اگرچہ جمالت اور حیرت انگیز لا جاتی ہے۔ لیکن اچھی ہے۔
۸۵	اکثر سلاسل مونیہ کے حضرت علی رضی اللہ عنه کے طرف منسوب ہونے کی وجہ۔	۸۲	زاد و داخلہ کی موجودگی میں اس زمانہ میں حج کے لیے جانا فرض ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواب۔
۸۶	حضرات شیخین کے ان کمالات کا بیان جو کمالات نبوت کے مشابہ ہیں۔	۸۳	مکتوب نمبر ۲۵۱ خلفائے راشدین کے فضائل اور حضرات شیخین کے فضائل اور حضرت امیر کے بعض خصائص اور تمام صحابہ کرام کی تعظیم کے بیان میں۔ اور ان کی باہمی لڑائیوں کی صحیح توجیہات کے بیان میں۔
۸۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک و معانی جنت پر ثبت ہے۔	۸۴	حضرت شیخین انبیاء سابقین کے درمیان حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں اور ذوالنورین حضرت نوح کے ساتھ اور حضرت علی حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔
۸۸	جنت میں داخلہ حضرات شیخین کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔	۸۵	خلفاء اربعہ کے تعینات کے مبادی صفحہ العلم ہے۔
۸۹	حضرت ممدی موعود بھی نسبت لغت شنبہ پر ہوں گے۔ اور اس نسبت کی تکمیل کریں گے مقام اقطاب، ابدال اور اوتاد کی ترتیب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کے سپرد کی گئی ہے۔	۸۶	
۹۰	قطب الاقطاب کا سر حضرت علی رضی اللہ عنه کے قدم مبارک کے نیچے ہے۔	۹۱	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۹۶	مکتوب نمبر ۲۵۵ روشن منہج زندہ کرنے کے بیان میں۔ حضرت امام ہندی مدینہ کے ایک عالم کے قتل کا حکم صادر فرمائیں گے جو آپ کے پاس میں زبان طعن و راز کرے گا۔	۸۷	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بزرگی ادا نشان کا بیان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے خطا پر تھے۔
۹۷	مکتوب نمبر ۲۵۶ قطب، قطب الاقطاب، غوث اور خلیفہ کے معنی کا بیان۔ اور اس حدیث کی تحقیق لو اتزن ایمان ابی بک مع ایمان امتی لرجح	۸۸	کسی بھی صحابی کو گالی دینے والے کا حکم۔ لفظ جو رک کی تاویل جو بعض فقہاء سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق واقع ہوا ہے۔
۹۸	صاحب فتوحات مکہ فرماتے ہیں ما من قربة مؤمنة اذ کافرة الا و فیہا قطب عارف کا معاملہ اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ آنکھ جھپکنے میں تمام گزشتہ کمالات حاصل کر لیتا ہے اور فقیر کے نزدیک ایک لمحہ میں سابقہ کمالات سے زیادہ کمالات حاصل کر لیتا ہے۔	۸۹	حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ مکتوب نمبر ۲۵۷ استفسارات کے جواب میں۔
۹۹	فرعون مردود کے ہاتھ سے قتل ہوئے تمام بچوں کی استعداد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل کر دی گئی اور اس کے راز کا بیان۔	۹۰	مسائل کے جواب اور اس راہ کی بے نیامی کے بیان میں۔ شیخ ادیس کے اس قول کا جواب کریں اگر جانب زمین کی طرف دیکھتا ہوں تو زمین مجھے نظر نہیں آتی۔ اور اسی طرح آسمان، عرش اور کرسی الہ کو بھی نہیں پاتا۔ اور اسلام، رضا اور امینان کے مقام کا بیان۔ نیز ایک سالک کے قول کا بیان کہ میں تیس سال روح کی پرستش کر تا رہا۔
۱۰۰	مرید بھی پیروں کے کمالات کا ذریعہ بنتے ہیں۔ وفات کے بعد ولایت کے سلب ہو جانے	۹۱	مکتوب نمبر ۲۵۸ رسالہ مبدوء و معاد کی عبارت کے متعلق بعض سوالات کا جواب۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	عشرہ انسانی اور عالم خلق کے عالم امر پر فضیلت کے بیان میں۔ اور عفر خاک کے کمالات اور ہر مقام کے مناسب علوم و غریبہ کے بیان میں۔	۱۰۰	کا بیان جیسا کہ نجات میں مذکور ہے مگر چید اشخاص سے۔
۱۰۹	فہو سبحانہ وراء الوساء ثح وراء الوداء۔	۱۰۱	مستورات کی بیعت کا حکم اور نحوست ایام کا بیان۔ اور الایام ایام اللہ الشد کی تحقیق۔
۱۱۵	اس مقام میں ایک سالک نے کہا ہے کہ میں تیس سال روح کو خدا تصور کر کے اس کی پرستش کرتا رہا۔	۱۰۳	مکتوب نمبر ۲۵۷
۱۱۷	تو اس قول کا کچھ معنی نہیں کر لیا کی ابتداء انبیاء کی نہایت ہے۔	۱۰۴	طریقہ کا بطریقہ اجمال بیان۔
۱۲۳	خام صوفی اور بے مقصد عالم فرائض و فرائض کرتے ہیں اور نوافل کو رواج دینے میں کوشش کرتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ ایک فرض کا ادا کرنا ہزاروں عبادتوں سے بہتر ہے۔	۱۰۵	مکتوب نمبر ۲۵۸
۱۲۴	اگرچہ تمام فرائض قرب اصلی عطا کرتے ہیں لیکن ان سب میں افضل نماز ہے	۱۰۶	حق تعالیٰ کی اقریت کے بیان میں۔
۱۲۵	فضائل نماز اور عالم خلق کی عالم امر کی فضیلت کا بیان۔	۱۰۷	مکتوب نمبر ۲۵۹
۱۲۶	جس عارف کو بھی عالم امر سے مناسبت زیادہ ہوگی اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ آگے بڑھا ہوگا۔ اور جسے عالم خلق سے مناسبت زیادہ ہوگی اس کا قدم کمالات نبوت میں آگے ہوگا۔	۱۰۸	رسالہ رسل کرام اور پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے والے کے خصوصی حکم اور زمانہ فترت کے مشرکین اور دار الحرب میں اطفال مشرکین کا بیان اور زمین ہندوستان میں بعثت انبیاء اور دیگر تحقیقات کا بیان۔
۱۲۷	شرح صدر حاصل ہونے کے بعد نفس مطمئنہ	۱۰۹	پہاڑ کی چوٹی میں عمر گزارنے والے اس شخص کے بارے میں جس کو دعوت انبیاء نہ پہنچی جو ماریہ اور اشاعرہ اور صاحب فتوحات اور خاص حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مذہب کا بیان۔
۱۲۸		۱۱۰	مکتوب نمبر ۲۶۰
۱۲۹		۱۱۱	حضرت امام ربانی قدس سرہ کے طریقہ کے بیان میں جس کے ساتھ آپ ممتاز ہیں اور ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کے بیان میں اور نبوت کی ولایت پر افضلیت اور لطائف

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۶	وہ قطب ارشاد جو کمالات فردیت کا بھی جامع ہونہایت ہی ناور الوجود ہے۔ زمانہ نماز و نماز گزرنے کے بعد ایسا ساقی ظہور فرماتا ہے اور ایمان اور رشتہ معرفت اس کے راستہ سے آتی ہے۔	۱۲۶	کے کمالات کا بیان - نبوت کے کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ پائے جاتے تھے اور تابعین اور تبع تابعین میں تفصیل مقدار میں۔ ان کے بعد کمالات نبوت درجہ پہاڑ ہو گئے، اور ایک ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت الہیہ نیا تازہ ہوئی۔
۱۲۷	اس بات کی تفصیل کہ کون اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور کون اس کے فیض سے محروم رہتا ہے۔	۱۲۷	ان علوم کا بیان جو کمالات نبوت سے مناسبت رکھتے ہیں اور ان علوم کا بیان جو کمالات ولایت کے مناسب ہیں۔
۱۲۸	مکتوب نمبر ۲۶۱	۱۲۸	اس بلطریقہ نقش بندیرہ کا بیچ بخار اشراف اور سمرقند سے لایا گیا۔ اور سرزمین ہندوستان میں شرب و لطیما کی خاک سے لاکر بویا گیا۔
۱۲۹	فضائل نماز اور اس کے صحن میں اس کے کمالات مخصوصہ کے بیان میں۔	۱۲۹	اس راہ میں چلنا ان ان صفات والے شیخ مفتی کی محبت و عقیدت کے ساتھ لوط ہے۔
۱۳۰	یہ وہ کمال ہے جو ہزار برس کے بعد صحن وجود میں تشریف لایا ہے: اور وہ اخیر ہے۔	۱۳۰	اس طریقہ نقش بندیرہ میں زندہ مرقے بچے، بوڑھے، جوان اور ادھیڑ عمر والے سب برابر ہیں۔
۱۳۱	جو اولیت کے رنگ میں برآمد ہوا ہے۔	۱۳۱	اس سلسلے کا نور ہدایت اس کے سرمدین میں ہے واسطہ اور بالواسطہ اور کئی واسطوں سے اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اس مخصوص طریقہ میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔
۱۳۲	طریقہ اور حقیقت شریعت کی خاموشی میں اور نبوت ولایت سے بہر حال افضل ہے اگرچہ اس نجی کی ولایت ہی ہو۔	۱۳۲	احکام اجتماع اور محدثہ نہیں ہیں بلکہ دین کے اصول میں سے ہیں۔
۱۳۳	مکتوب نمبر ۲۶۲		
۱۳۴	اس بیان میں کہ ہمارا ارتباط جیسی ہے اور ہماری نسبت انکاسی۔ اس میں قرب و بعد سے کچھ فرق نہیں چلتا۔		
۱۳۵	مکتوب نمبر ۲۶۳		
۱۳۶	نماز کے فضائل اور ان معارف کے بیان میں جو کتبہ ربانی سے تعلق رکھتے ہیں۔		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۵	حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے لکھا اور حاصل کیا۔ آپ نے فتوے عرصہ میں اس	۱۳۹	حقائق الہی سے مراد اس کی عظمت و بزرگائی کے پروردگار ہیں، اور حقائق الہی کا کچھ حصہ کثرت کے حصے سے کچھ نصیب ہوتا ہے۔
۱۳۶	ماتاقبل کو نسبت نقش بندہ تک پہنچا دیا۔ عقلمندوں پر فرض اولین عقائد کی درستگی		مکتوب نمبر ۲۹۴
	عقیدہ (۱) اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدس کے ساتھ موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اس کی ایجاد سے وجود میں آئی۔	۱۴۰	اس بیان میں کہ اپنے معاملے کو حیرت اور جہالت تک لے جانا چاہیے۔ اور بعض شائع کے ایک واقعہ کا بیان اور اس کی تعبیر۔
۱۳۷	صفۃ العلم کا بیان۔		مکتوب نمبر ۲۹۵
۱۳۸	صفۃ الکلام اور صفۃ النکویں کا بیان۔		اس بیان میں کہ عزالت اور خلوت نشینی کی صورت میں مسلمانوں کے حقوق یا مال نہیں ہونے چاہیے۔ اور حقوق کا بیان۔
۱۵۰	عقیدہ (۲) وہ ذات تعالیٰ کسی شے میں ملول نہیں کر سکتی اور نہ کوئی شے اس میں ملول کر سکتی ہے۔	۱۴۲	دعا کی قبولیت کے شرائط۔
	عقیدہ (۳) اعطاء اور قرب اور معیت حق تعالیٰ کا بیان۔ اعطاء اور قرب علمی کا قائل ہونا متشابہات کی تاویل میں داخل ہے اور ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں۔	۱۴۳	خلوت اختیار سے چاہیے ذکر و دستوں سے۔
۱۵۱	اذا تم الفقر فہو اللہ کا معنی		خلوت نشینی کے لیے نیت درست ہونی چاہیے اور جمعیت باطن کو اپنا مقصود قرار دینا چاہیے۔
	قول انا الحق سے کیا مراد ہے۔		مکتوب نمبر ۲۹۶
	عقیدہ (۴) اس کی ذات اور صفات میں تغیر و تبدل کی کچھ گنجائش نہیں۔		آما سے اہل سنت کے موافق بعض عقائد اور روایات اور طریقہ نقش بندہ کے کمالات کے بیان میں۔
	عقیدہ (۵) وہ ذات غنی مطلق ہے	۱۴۴	اس فقیر نے اس طریقہ میں الف و با اور اس راہ کے حروف تہجی کا سبق اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کی دولت اور مغفرت
	ذات میں بھی اور صفات میں بھی اور افعال میں بھی۔		
۱۵۲	عقیدہ (۶) وہ ذات تعالیٰ تمام صفات		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۵۸	عقیدہ (۱۰) اللہ تعالیٰ خیر و شر دونوں کا ارادہ فرماتا ہے۔ اور دونوں کا خالق ہے۔ لیکن خیر سے راضی اور شر سے راضی نہیں۔ اور معتزلہ کے مذہب کا بیان اور کسب اور خلق کے درمیان فرق۔	۱۵۲	نقص اور مدوث کے نشانات سے منتر ہے صفات کی عینیت اور غیریت کا بیان اور اس مسئلہ میں تفصیل مذاہب۔
۱۵۹	ایک معین وقت تک کے اعمال پر ہمیشہ کی جزا بالکل موافق و مطابق جزا ہے۔ اور اس کی وجہ کا بیان۔	۱۵۳	عقیدہ (۷) اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور اس کے غیر کو قدم اور ازلیت حاصل نہیں۔ اور شیخ ابن العربی ارواح کا ملین کے قدم کا کافل ہے۔ عقیدہ (۸) اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے۔
۱۶۰	بہشت میں داخل ہونا ایمان پر بوقوف ہے۔ اور ایمان اس کا فضل ہے اور دوزخ میں جانا کفر کی وجہ سے ہوگا۔ اور کفر خواہش نفسانی سے پیدا ہوتا ہے۔	۱۵۴	بشائید ایجاب و جہیسی سے منتر ہے۔ اور خلافت کے مذہب کا رد۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہشت کے وقت افلاطون کا قول۔
۱۶۱	نفسانی سے پیدا ہوتا ہے۔	۱۵۵	شیخ محمد الدین ابن العربی کی عبارات ایجاب کو بنا ہر کرتی ہیں۔
۱۶۲	عقیدہ (۱۱) آخرت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی رویت بے جہت اور بے کیفیت حاصل ہوگی	۱۵۶	شیخ محمد الدین ابن عربی کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہ کا عقیدہ۔
۱۶۳	مسئلہ رویت میں شیخ محمد الدین ابن العربی کا مذہب۔	۱۵۷	عقیدہ (۹) تمام ممکنات، جواہر ہوں یا اعراض مقول ہوں یا نفوس، افلاک ہوں یا عناصر سب قادر مختارات کی ایجاد سے عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ اور اپنے وجود اور بقائیں اس ذات سبحانہ کے محتاج ہیں۔
۱۶۴	عقیدہ (۱۲) بعثت انبیاء اہل جہاں کے لیے رحمت ہے۔	۱۵۸	انبیاء علیہم السلامات والتسلیمات اسباب کی رعایت فرماتے ہیں۔ اور ہر کام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔
۱۶۵	اس مسئلہ سے متعلق سوال و جواب اور بعثت انبیاء کے فوائد کا بیان۔	۱۵۹	اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں جس طرح کہ ناقص لوگوں کا گمان ہے۔
۱۶۶	مقول انسانی احکام شرعیہ کی شناخت اور اشیا و کے حسن و قبح کے دریافت کرنے میں تصفیہ اور تزکیہ کے باوجود کافی نہیں ہیں۔	۱۶۰	
۱۶۷	محمد اور بے دین لوگوں کا رد جو تکلیفات	۱۶۱	

صفحہ	مضامین	مضامین
۱۶۲	شرعیہ کے منکر ہیں۔ ان پر مقرر ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے اجتہاد کو جائز قرار دینا جس میں اجتہاد پر قائم رہے بغیر خطا اجتہادی کو جائز رکھنا۔ عقیدہ (۱۳-۱۴) کافروں اور کچھ ظالمین مومنوں کے لیے عذاب قبر حق ہے۔ اور قبر میں منکر و نیک کا سوال کرنا بھی برحق ہے۔ عقیدہ (۱۵) قیامت کا اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ آتا برحق ہے۔ عقیدہ (۱۶) حساب، میزان اور پل صراط حق ہے۔ عقیدہ (۱۷) بہشت اور دوزخ اس وقت موجود ہیں۔ قیامت کے روز حساب کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک کو دوزخ میں بے بائیں گے۔ صاحب فصوص کہتا ہے انجام کار سب کو اللہ کی رحمت شامل ہو جائے گی اور اس کے قول کا رد۔ عقیدہ (۱۸) ملائکہ خدا تعالیٰ کے بندے ہیں لہذا گناہوں سے معصوم۔ عقیدہ (۱۹) دوزخ اس پیر سے تعلق تصدیق قلبی سے عورت ہے جو ہدایت اور توبہ راستہ ساتھ پہنچی ہے اس تصدیق کی علامت کفر اور کافری اور	کفر کے خصائص و لوازمات سے انہما ریزاری ہے۔ اس انہما ریزاری کلام حق اور اعلیٰ درجہ فرقہ شیعہ کا اس خبری کے معنی میں غلطی تھا جاننا کوئی عقائد اس بات کو جائز تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضور کے صحابہ کرام حضور کے طبیعت کے دشمن ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بزرگی اور شان پائی اس کا سبب یہ تھا۔ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے ریزاری کا اعلان فرمایا۔ اور ان سے کنارہ کشی اختیار کی اس فقیر کی نظر میں رضائے کے حصول کے لیے اس ریزاری کے برابر کوئی کام نہیں۔ حق تعالیٰ کو کفر و کافری سے ذاتی علاوت لہذا آخرت میں کافروں کو رحمت سے کچھ حصہ نصیب نہیں ہوگا۔ حدیث سہقت رحمتی غضبی کا معنی۔ اس مسئلہ سے متعلق سوال و جواب۔ ایک شخص کے حال کا بیان جو قریب المرگ تھا اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی اس کے حال پر توجہ۔ ان مسلمانوں کی نماز جنازہ کا جواز جو ایمانی کے باوجود اہل کفر کی رسوم کے ترک نہیں کرتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب چاہے
۱۶۳		
۱۶۴		
۱۶۵		
۱۶۶		
۱۶۷		
۱۶۸		
۱۶۹		
۱۷۰		
۱۷۱		
۱۷۲		
۱۷۳		
۱۷۴		
۱۷۵		
۱۷۶		
۱۷۷		
۱۷۸		
۱۷۹		
۱۸۰		
۱۸۱		
۱۸۲		
۱۸۳		
۱۸۴		
۱۸۵		
۱۸۶		
۱۸۷		
۱۸۸		
۱۸۹		
۱۹۰		
۱۹۱		
۱۹۲		
۱۹۳		
۱۹۴		
۱۹۵		
۱۹۶		
۱۹۷		
۱۹۸		
۱۹۹		
۲۰۰		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۴۸	علی کرم اللہ وجہہ پر فضیلت تو اکثر علماء اہل سنت پر ہیں کہ شیخین کے بعد فضیلت میں پہلے حضرت عثمان ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہما۔	۱۴۳	پھر وقت کے لیے جو چاہے ہمیشہ کے لیے کفر اور صفات کفر اور اہل کبار کے ساتھ مخصوص ہے۔
۱۴۹	حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول میں علامات السنۃ تفضیل الشیعین وجہ التختین کی مراد کا بیان۔	۱۴۵	اس مسئلہ سے متعلق سوال و جواب اور مسلمان کو عداقت کرنے والے کا حکم۔
۱۸۰	اس مذکورہ ترتیب سے افضلیت کے منکر کا حکم۔	۱۴۴	ایمان کے زیادہ اور کم ہونے کی تحقیق، اور مسلمان عداقت کرنے والے کا حکم۔
	حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف خلفائے راشدین کی بے ادبی کے ذریعہ پہنچی ہے وہ اسی طرح کی ہے جو آپ کو حضرت امام حسن و امام حسین کی بے ادبی کے ذریعہ پہنچی ہے یہاں افضلیت سے مراد خدا تعالیٰ کے ہاں کثرت ثواب کے اعتبار سے ہے۔ ذکر فضائل و مناقب کے غلبہ کی کثرت کے معنی سے۔	۱۴۵	اس مسئلہ میں مذاہب علماء کی تفصیل۔ اور اس مسئلہ میں امام اعظم کو فی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کا رد۔
	امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے فضائل کے متعلق روایات جس قدر حضرت علی کے متعلق آئی ہیں، کسی صحابی کے متعلق نہیں آئیں۔ وہ شخص احمق ہے جو تمام خلفائے راشدین کو مرتبے میں برابر جانے۔	۱۴۴	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام حسن حقا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انا مومن ان شاء اللہ تعالیٰ فی الحقیقت ان دون بزرگوں میں نزاع لفظی ہے۔
	صاحب فتوحات مکیہ کے اس قول کی مراد کا بیان کہ خلفائے راشدین کی ترتیب خلافت کا سبب ان کی عمر میں تھیں۔	۱۴۸	عقیدہ (۲۰۵) اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں مجہوزہ اور کرامت کے درمیان فرق۔
	علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے		عقیدہ (۲۱) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں افضلیت کی ترتیب ان کی خلافت کی ترتیب سے ہے۔
			شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔
			لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضرت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۲	رکوع اور سجدہ میں اطمینان کو ملحوظ رکھنا یا فرض ہے یا واجب - اور قومہ میں میدھا ٹکڑا ہونے کی شکل میں طہانیت کی ادائیگی جو فرض یا واجب یا سنت ہے - اور اسی طرح جلسہ میں -	۱۸۰	کر صابہ کرام میں جو جھگڑے واقع ہوئے وہ غفلت میں نزارع کے باعث نہیں تھے بلکہ خطا اجتماعی کی بنا پر تھے -
۱۸۳	نماز میں بندہ نظر کہاں رکھے اور اس کے نوامد کا بیان -	۱۸۱	ہماری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں سے کوئی آشتیائی نہیں بلکہ یہ وہ مقام ہے - جہاں ہم کو رنج محسوس ہوتا ہے لیکن چونکہ جنگ کرنے والے بھی حضور کے صحابہ ہیں انہو
۱۸۴	ان دو امتدادی اور عملی پروں کو حاصل کرنے کے بعد طریقہ صوفیہ میں سلوک اکتفا کرے - کس زائد چیز کو حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس یقین کو حاصل کرنے کے لیے جو تشکیک شکک سے زائل نہ ہو -	۱۸۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پرست تھے اور ان کے مخالفت خطا پر اس سے زیادہ کچھ کہنا نامناسب ہے -
۱۸۵	طریقہ صوفیہ میں سلوک سے مقصود یہ نہیں کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کیا جائے - کیونکہ لہو و لعب میں داخل ہے حسی صورتوں اور انوار کے مشاہدہ میں کیا نقصان ہے کہ کوئی الخ	۱۸۳	درستی مقام کے بعد احکام فقہیہ کے سیکھنے سے بھی چارہ نہیں نیز اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے -
۱۸۶	صوفیہ کے طریقوں میں سے طریقت نقشبندیہ کو اختیار کرنا بہت اچھا اور بہتر ہے اور اس بہتری کی وجہ -	۱۸۴	فضائل نماز سب سے اول وضو نہایت درستی اور کامل طریقہ پر کرنا چاہیے -
۱۸۷	حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شیخ کمال کوڑاٹنا جس نے کھانا شتر مرغ کرتے وقت بلند آواز سے ہم اثر کی تھی -	۱۸۵	کسی بھی مستحب امر کو معمولی خیال نہ کریں - اگر تمام دنیا کے مقابلہ میں ایسا فعل معلوم ہو جو فلاح آسانی کو پسند ہے اور اس کے مطابق عمل نصیب ہو جائے تو یہ غنیمت ہے -
۱۸۸	حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ملار	۱۸۶	اس کا اہتمام ہونا چاہیے کہ کوئی بھی فرض نماز بے جماعت ادا نہ ہو - بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اول بھی فوت نہیں ہونی چاہیے -

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۷	مکتوب نمبر ۲۶۷ اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جن اسرار وقائق کے ساتھ حضرت امام ربانی قدس سرہ کو نوازا ہے اس کا تصور اس صاحب بھی ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ سے بھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اور یہ اسرار و معارف سینہ نبوت سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اور بلند شان واسے ملائکہ بھی اس دولت میں شریک ہیں۔	۱۸۴	بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلل رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں لے گئے تاکہ انہیں ذکر جہر سے منع کریں۔ وہ احوال و مواجید جو خلافت شرع کا مہل پر مرتب ہوں فقیر کے نزدیک استمداج میں داخل ہیں۔ اہل استمداج کو احوال و مواجید میسر آتے ہیں۔ یونانی کے مکمل اور ہندوستان برہمن اور جگ بھی اس معنی میں شریک ہیں۔ صدق احوال کی علامت یہ ہے کہ ایک تو وہ علوم شریعہ کے موافق ہوں۔ دوسرے صاحب احوال امور محمدیہ کے ارتکاب سے بچتا ہو۔
۱۸۷	علم حاصل کیے الخ طریقت کی برکات اس وقت تک فائض ہوتی رہتی ہیں۔ جب تک اس میں کوئی بدعت پیدا نہ ہو۔	۱۸۵	اس بات کو جان لین کہ سماع اور رقص فی الحقیقت لموولوب میں داخل ہیں۔ اس امر کا بیان خدا تعالیٰ کے ارشاد ومن الناس من یشری بواحدیت سے مراد صحابہ کرام تابعین عظام اور فقہائے ائمہ و فروع الاستقام کی نقل کے مطابق گانا بجانا ہے۔
۱۸۸	مکتوب نمبر ۲۶۸ اس بیان میں کہ وہ علم جو وراثت انبیاء ہے کون سا ہے۔ اور حدیث علماء اُمتی کا انبیاء بنی اسرائیل میں علماء سے کون سے علماء مراد ہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو وراثت کے طور پر ابھی باقی ہے وہ ان اسرار کے علاوہ جن کو ادیان اُمت نے بیان کیا ہے۔	۱۸۶	حل و حرمت کے بارہ میں صوفیہ کا عمل حجت نہیں۔ اس مقام پر امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول درکار ہے۔ نہ کہ ابو بکر شبلی اور ابو الحسن نوری کا عمل۔ اس وقت کے خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر رقص و سرود کو دین و ملت کو قرار دے لیا ہے۔
۱۸۹	عالم وارث وہ ہے، جسے دونوں قسم		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۹	کفر اور جہل مقام ولایت کے مناسب ہے اور اسلام و معرفت ترتیب نبوت سے مناسبت رکھتا ہے۔	۱۸۹	کے علوم سے حصہ ملا ہو۔ مذکورہ عالم جن کو ایک نوع سے تو حصہ ملا ہو مگر دوسری نوع سے نہ ملا ہو۔
۱۹۱	منصور ملاج کا قول کفر بدین اللہ و الکفر واجب الخ سوال و جواب۔	۱۸۹	ایک جماعت نے کمالات نبوت تک نادر سائی کے باعث کہا ہے۔ الولاية افضل من النبوة اور ایک دوسری جماعت نے اس کی ترجیح یوں کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے حقیقت نبوت سے ناواقفیت کی بناء پر نائب پر حکم لگایا ہے۔
۱۹۲	انبیاء کرام نے یہ تمام بزرگی اور بلند شان جو پائی ہے راہ نبوت سے پائی ہے نہ راہ ولایت سے۔ تمت بالخیر۔	۱۹۰	صحو کر سکر ترجیح بخلاف بعض شائع کے
۱۹۲	وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور علیہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔	۱۹۰	

اُردو ترجمہ مکتوبات حصہ چہارم

دفتر اقول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکتوب نمبر ۲۲

سید حسین مالک پوری کی طرف صادر فرمایا:

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں اور کمالات کے بیان میں یعنی اس طریق کے افضل ہونے اور دوسروں کی انتہا اس کی ابتدا میں مندرج ہونے اور اس طریق کے انتہا کے بیان میں۔ اور سفر در وطن اور خلوت در انجمن اور سلوک پر مجذوبہ کے مقدم ہونے کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ اس طریق میں سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ اور یہ طریقہ موصل الی اللہ طریقوں میں سب سے اقرب ہے اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ اس کی ابتداء میں مخلوقات اور وجدان ہے۔ اور انتہا میں بیمرگی اور نقدان جو ناامیدی کے لوازم سے ہے۔ اور ایسے ہی اس طریق کے ابتداء میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بُعد و حیران اور اس طریقہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجد کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق و معرفتوں کو علوم دینی کا خادم قرار دیا ہے اور اس طریق میں پوری و مرییدی طریقت کے سیکھنے اور سکھانے پر ہے نہ صرف کلاہ و شجرہ پر۔ اور اس طریق میں نفسِ انارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مہابدے احکام شرعی کے بجالانے اور سنتِ نبویہ صلی علیہ وسلم و الصلوٰۃ والسلام کے لازم پکڑنے سے ہیں۔ اور اس طریق میں مالک کا سلوک شیخِ مقتدا کے تعارف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں اور اس طریق میں زیادہ تر انادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ اور خاموشی اس طریق کے لوازمات سے ہے اور اس کے مناسب امور بھی بیان میں و

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَالْبَرَكَاتُ
وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔

میرے عزیز بھائی! سیادت پناہ میرے سید حسین نے دو درجے ہوں کو فراموش نہ کیا ہوگا۔ اور اس طریقہ
علیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام کے تمام طریقوں سے کئی درجہ سے ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہ دیا ہوگا چونکہ
آپ کو ملاقات کی فرصت کم ملی۔ اس لیے مطلب کو مد نظر رکھ کر اس طریقہ علیہ کی بعض خصوصیتوں اور کمالات کو عظم
بند و معارف اور جند کے ضمن میں لکھتا ہے۔

اگرچہ معلوم ہے کہ اس قسم کے علوم و معارف کا بھنا بافضل سننے والوں کے فہموں سے بعید ہے لیکن ایسے
معارف اختیار کرنا دوسرے سے ہے۔ ایک یہ کہ سننے والے کو ان علوم کی استعداد ہے اگرچہ اس کو بافضل و دراز کا
دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ظاہر میں مخاطب معین ہے۔ لیکن حقیقت میں مخاطب وہ شخص ہے جو اس مسئلہ
سے واقف ہے۔ اَلْتَدْبِیْعُ لِلصَّادِقِ (تو ارمانے والے کے لیے ہے) مثل مشہور ہے۔

اے برادر! اس بلند طریق کے سر ملقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔ اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگ ارسل کی عبارتوں میں آیا
ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور و اہل گاہی ہے
یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضور ہے۔ جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اس طریق میں
نہایت اس کے ابتدا میں مندرج ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ابتدا میں درج کرتے ہیں

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

میرے باغ کی رسانی سے میری بہار کا اندازہ کرو۔

اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا ان کے ابتداء میں مندرج ہوئی تو پھر ان کی انتہا کیا ہوگی۔ نیز
جب دوسروں کی نہایت وصول بحق ہے۔ تو پھر ان کو حق سے آگے کہاں تک سیر مقرر ہوگا۔ حالانکہ کہ لَبْسُ دَرَاۓ
الْعَبَادِ اِنْ قَسَّیَہُ (جزیرہ عبادان کے آگے اور کوئی گافوں نہیں ہے) مثل مشہور ہے۔ تو میں اس کے جواب
میں لکھتا ہوں کہ:-

اس طریقہ علیہ کی نہایت اگر میر ہو جائے وصل عریانی ہے۔ جس کے حاصل ہونے کی علامت مطلوب کے حاصل
ہونے سے ناامیدی کا حاصل ہونا ہے۔ پس اس کو سمجھ لے۔ کیونکہ ہمارا کلام وہ اشارات ہیں جن کو خواص بلکہ خاص
میں سے بہت غصوڑے سمجھتے ہیں۔ اس اعلیٰ دولت کے حاصل ہونے کی علامت اس واسطے بیان کی ہے کہ

اس گروہ میں سے بعض نے دِلِ عریانی کا دم مارا ہے۔ اور بعض مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کے قابل ہوئے ہیں۔ لیکن اگر دونوں دولتوں کا جمع ہونا ان کے پیش کیا جائے تو نزدیک ہے ان کے جمع ہونے کو جمع متدین خیال کریں۔ اور محالات کی قسم سے جانیں۔ وہ جماعت جو دِلِ عریانی کا دم لے کر تھی ہے یاس کو حیران بخانتی ہے۔ اور وہ گروہ جو حیراس کے مدلی ہے دِلِ عریانی کی فصل خیال کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اس بلند مرتبہ تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس عالی مقام کا ایک پرتوان کے باطن پر چمکا ہے۔ جس کو بعض نے دِلِ عریانی خیال کیا ہے اور بعض نے یاس۔ اور یہ تفاوت ہر ایک گروہ کی استعداد سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک گروہ کی استعداد کے نسب دِلِ عریانی ہے اور دوسرے گروہ کی استعداد کے مناسب یاس۔

اس خیر کے نزدیک دِلِ عریانی کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے۔ اگرچہ دِلِ عریانی دِلِ عریانی کے لازم و ملزوم ہیں۔ اس جواب سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی روشن ہو گیا۔ کیونکہ دِلِ عریانی دِلِ عریانی ہے اور دِلِ عریانی اور۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور دِلِ عریانی سے ہماری مراد یہ ہے کہ حجاب سب کے سب اُٹھ جائیں۔ اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں اور چونکہ ہر قسم کی تجلیات اور مختلف قسم کے ظہورات بہت بڑے اور قوی حجاب ہیں۔ اس لیے ان سب تجلیات و ظہورات سے گزر جانا اور آگے بڑھنا ضروری ہے۔ خواہ یہ تجلی و ظہور امکانی آئینوں میں ہو۔ خواہ وجودی منہ دِلِ عریانی میں۔ کیونکہ اصل حجابوں کے حاصل ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اور اگر کچھ فرق ہے تو شرف اور رتبہ میں ہے۔ اور وہ غالب کی نظر سے خارج ہیں۔

اگرچہ ہمیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تجلیات کی نہایت ہے۔ حالانکہ مشائخ طریقت نے تصریح کی ہے کہ تجلیات کی نہایت نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجلیات کا بے نہایت ہونا اس سے ظاہر ہے کہ اسامہ صفات میں سیر مفصل طور پر واقع ہو۔ اس تقدیر پر حضرت ذات تک پہنچنا میسر نہیں ہے۔ اور دِلِ عریانی حاصل نہیں۔ بلکہ حضرت ذات تک پہنچنا اسامہ صفات کو مجمل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اس وجہ سے تجلیات کی نہایت ہوگی۔ اور اگر کہا جائے کہ تجلیات ذاتیہ کو بھی بے نہایت کہا ہے۔ چنانچہ مولوی جامی قدس سرہ نے شرح لمعات میں اس کی تصریح کی ہے۔ پس تجلیات کی نہایت کہنا کس وجہ سے درست ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تجلیات ذاتیہ بھی شیعوں و اقبالیات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہے۔ کیونکہ اس ملاحظہ کے بغیر تجلی کا ہونا ممکن نہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسا امر ہے جو تجلیات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات صفاتی ہوں خواہ ذاتی۔ کیونکہ اس مقام میں تجلی کا اطلاق جائز نہیں۔ اس لیے تجلی پر تجلی کا ہونا مراد ہے، شے کے ظہور سے جو دوسرے یا تیسرے یا چوتھے

مرتبہ میں جو جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور یہاں سب مراتب ساقط ہو گئے ہیں اور تمام مسافت طے ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ دو ہمیں کہ ان تجلیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تجلیات اگر معانی زائدہ کے ملاحظہ سے ہیں تو تجلیات صفات ہیں۔ اور اگر غیر زائدہ معانی کے ملاحظہ سے ہیں۔ تو تجلیات ذات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وحدت کے تصور کو جو تعین اول ہے۔ اور ذات پر زائد نہیں ہے۔ بزرگوں نے تجلی ذات کہا ہے۔ اور ہمارا مطلب حضرت ذات تعالیٰ و تقدس ہے جہاں معانی کے ملاحظہ کو ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ خواہ وہ معانی زائدہ ہوں یا غیر زائدہ۔ کیونکہ معانی سب کے سب مجمل طور پر طے ہو کر حضرت ذات تعالیٰ تک وصول میسر ہوا ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ اصل اس مقام میں مطلب کی طرح جھپکن ہے۔ اور وہ اتصال جس کو عقل مجھ سکے وہ بحث سے خارج ہے اور اس جناب پاک کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ چون کو نہ چون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے
لَا يَحِيطُ بِعَظَمَاتِهَا الْكَلَامُ إِلَّا مَخَطَايَا بَادِشَاةٍ عَلَى عِلِّيَّوْنَ كَوَاسِمِ الْأَنْثِ اَمَّا سَكْتُهُمْ
اتصال کے لیے کیفیت بے قیاس ہے۔ ہمت رب الناس را با جان ناس
اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی جان سے بے کیف اور بے قیاس اتصال ہے۔

اس طریقہ علیہ کے مشائخ میں سے کسی نے اپنی نہایت کی خبر نہیں دی ہے۔ سب نے اپنے طریق کے ابتدائی نسبت کہا ہے کہ نہایت اسی میں مندرج ہے۔ جب ان کی ابتدا میں دوسروں کی انتہائی ہوئی ہو۔ تو ان کی نہایت بھی اسی بدایت کے مناسب ہوئی چاہیے۔ اور وہی ہے۔ جس کے ظاہر کرنے سے اس فقیر نے امتیاز حاصل کیا ہے۔

اگر بادشاہ بردور پیرزن بیاید تو اسے خواہر بسلت مکن

اسے خواہر اگر برسیا کے دروازہ پر بادشاہ قشر لیت لائے تو تجھے سختے میں اگر اپنی ڈاڑھی

نہیں نہجنی چاہیے۔

يَلَهُ مَجْهَانَةُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلَى ذَلِكِ۔ اس بات پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

اسے برادر! اس طریق سے اور دوسرے طریقوں سے اس نہایت کے حاصل بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اگر ان کے افراد کی تعداد ظاہر کریں، تو نزدیک ہے کہ نزدیک لوگ دوری اختیار کریں اور بعیدوں کے انکار سے تو کچھ تعجب ہی نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق سے نہایت نہایت تک کمال وصول کے سبب سے ہے۔

اور اس طریقہ علیہ کی خصوصیتوں میں سے ایک سفر در وطن ہے۔ جو سیر انفسی سے مراد ہے۔ اگرچہ سیر انفسی مشائخ کے تمام طریقوں میں ثابت ہے۔ لیکن وہ سیر آفاق کے قطع کرنے کے بعد نہایت میں میسر ہوتا ہے۔ اور اس طریق میں ابتدا اس سیر سے ہے۔ اور سیر آفاق اسی کے ضمن میں قطع ہو جاتا ہے۔ پس اس سیر کا منشا جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے۔ ابتدا میں انما کا مندرج ہونا ہے اور دوسرا خاصہ غلوت در انجمن ہے۔ جو سفر در وطن پر متفرع و مترتب ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہو جائے۔ غلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گا۔ پس انجمن کا تفرقہ سفر در وطن کے غلوت خانہ میں تفرقہ نہیں ڈالتا۔ اور آفاق کا تفرقہ انفس کے جھرو میں راہ نہیں پاتا۔ یہ غلوت در انجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتسبوں کو حاصل ہے لیکن اس طریق میں چونکہ ابتدا ہی میں میسر ہو جاتی ہے اس لیے اس طریق کے خاصوں میں سے ہے۔

اور جانتا چاہیے کہ غلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے غلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو۔ یعنی انجمن تفرقہ میں کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور مستحکم و مخاطب نہ ہو نہ یہ کہانگہ کو ڈھانپے اور جو اس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے۔ کیونکہ یہ بات اس طریق کے منافی ہے۔

اسے برادر! یہ سب حیلہ و تکلف ابتدا اور وسط ہی میں ہے۔ اور انتہا میں اس قسم کا حیلہ و تکلف ظہار نہیں ہے۔ عین تفرقہ میں جمعیت ہے۔ اور نفس غفلت میں حاضر ہے۔ اس سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ منتہی میں تفرقہ و عدم تفرقہ مطلق طور پر مساوی ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تفرقہ و عدم تفرقہ اس کے باطن کے نفس جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرے اور ظاہر سے بھی تفرقہ کو دفع کرنے تو پھر بہت ہی بہتر اور مناسب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ **وَاذْكُرْ اٰمَمَ رَبِّكَ وَتَبَشِّرْ اِلٰیہِ تَبَشِّرْ** اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑو۔

جانتا چاہیے کہ بعض اوقات ظاہر کے تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا۔ تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہے۔ لیکن تفرقہ باطن کسی وقت میں جائز نہیں کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لیے ہے۔

پس مسلمان بندوں سے یمن جتنے خدا نے تعالیٰ کے لیے مقرر ہوئے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر سے ایک نصف۔ اور ظاہر کا دوسرا نصف خلق کے حقوق ادا کرنے کے لیے باقی رہا۔ لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ حق تعالیٰ کے امر کی بجا آوری ہے اس لیے وہ دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

۱۵ سورہ مزمل، پارہ مبارک الذی ۱۲

إِلَيْهِ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ .

سب کام اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو اور تیرا رب اس سے جو تم کرتے ہو غافل نہیں۔ اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے۔ اور اس طریق میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں۔ اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہیں کہ اس طریق میں ابتدا میں درج ہے تو گنجائش رکھتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابتدا کا سیر اس طریق میں ابتدا کے سیر میں مندرج ہے نہ کہ ابتدا سے ابتدا کی سیر کے لیے اتر آتے ہیں۔ اور نہایت کا سیر تمام کرنے کے بعد بدانت کا سیر کرتے ہیں۔

اس مضمون سے اس شخص کا خیال باطل ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ اس طریق کی ابتدا دوسرے مشائخ کلمہ قبول کی ابتدا ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ اس طریقہ کے بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ اسما و صفات میں ان کا سیران کی نسبت کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے۔ پس درست ہوا کہ ان کی نہایت دوسروں کی بدانت ہے کیونکہ اسما و صفات کا سیر تجلیات ذاتیہ کے سیر کی نسبت عین ابتدا ہے۔ تو نہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کا سیر اسما و صفات میں تجلیات ذاتیہ کے سیر کے بعد نہیں ہے۔ بلکہ اسی سیر کے ضمن میں وہ سیر بھی واقع ہو جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب سیر اسمانی و صفاتی کسی عارفہ کے پیش آنے کے باعث ظہور کرتا ہے۔ اور تجلیات ذاتی کا سیر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ تو خیال میں آتا ہے کہ اس سیر کو تمام کر کے عارفہ کے باعث تجلیات اسمانی و صفاتی میں داخل ہو گیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہاں ولایت کے مدارج میں سیر نور اکرانے کے بعد خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے لیے عالم کی طرف جو رجوع واقع ہوتا ہے اگر اس رجوع کو ان کی نہایت سمجھ کر اپنی بدانت تصور کیا ہو۔ تو بعید نہیں۔ لیکن فقیر کیا کہے۔ جب کہ اس کے مشائخ نہایت ہی ہی رجوع رکھتے ہیں۔ اور نیز نہایت و بدایت سے مراد ولایت کا نہایت و بدایت ہے۔ اور یہ رجوع کا سیر ولایت سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ مرتبہ دعوت و تبلیغ کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور بیشک مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور فرمایا

حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بے شک موصول ہے۔ اور آپ کی یہ التجا مقبول ہو گئی ہوئی ہے۔

چنانچہ رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب اور موصول نہ ہو جب کہ اتنا اس کے ابتدا میں مندرج ہے وہ شخص بہت ہی بد قسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے

خود مشید نہ مجرم ارکے مینا نیست

سورج کا کیا تصور اگر کوئی خود ہی نابینا ہو۔

ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور۔ کیونکہ حقیقت میں اس طریق کا ہر موصول ہے نہ نفس طریق۔ اور اس راہ میں ابتدا میں ملاوت و وجدان ہے اور انتہا میں یزگی اور فقدان، جو نا اُمیدی کے لوازمات میں سے ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ابتدا میں بے یزگی اور فقدان رکھتے ہیں اور انتہا میں ملاوت و وجدان اور ایسے ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بُرد و حرمان۔ برخلاف دوسرے مشائخ کرام کے طریقوں کے۔

پس اس مضمون سے طریقوں کے فرق کو قیاس کرنا چاہیئے۔ اور اس بلند طریق کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قرب و شہود اور ملاوت و وجدان دوری اور مجہولگی سے خبر دیتے ہیں۔ اور بُرد و حرمان اور بے ملاوتی اور فقدان نہایت قرب سے خبر دیتے ہیں۔ عقل مند لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں۔

اس بھید کی شرح میں اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کے لیے اپنے نفس سے زیادہ تر اپنے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔ اور قرب و شہود اور ملاوت و وجدان اس کے لیے اپنے نفس کے حق میں مفقود ہیں اور اپنے غیر کی نسبت جس سے بیگانگی رکھتا ہے۔ یہ سب نسبتیں موجود ہیں۔ **قَالَ عَالِمٌ تَكْفِيَةً إِلَى تَارِكَةٍ** پس عقل مند کے لیے ایک ہی اثر رہ کافی ہے۔

اور اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کا حکام شریعہ کے تابع کیا ہے اور اذواق و معارف کو علوم و فنون کا خادم بنایا ہے۔

احکام شریعہ کے قیمتی موتیوں کو پتھروں کی طرح وجد و حال کے اخروٹ و منقہ کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیہ کے کلمات سکریہ پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے۔ اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنتِ سنہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں۔ قبول نہیں کرتے۔ اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سماع و رقص کو پسند نہیں کرتے۔ اور ذکرِ جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے

اور ان کا وقت استمراری۔ وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کو برق خاقلت کی طرح ہے۔ ان کے لیے دائمی ہے۔ اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو۔ ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔ بلکہ ان کا معاملہ حضور و تجلی سے برتر ہے۔ جیسے کہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ احمد اقدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ طبع کے خواجگان قدس سرہم ہر ادنیٰ داعی کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے، ان کا کام اس سے بلند تر ہے۔ اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلیم و تعلیم پر موقوف ہے نہ صرف کلاہ و شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مروج ہے۔ حتیٰ کہ اللہ سے متاثرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد تجویز نہیں کرتے اور طریق کھانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے۔ اور آداب پیری کا اس کے حق میں مد نظر نہیں رکھتے۔ یہ ان کی بڑی جہالت اور نادانی ہے۔ نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کیا ہے۔ اور پیر کا تعدد تجویز فرمایا ہے۔ بلکہ پیر اول کی مین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اس بات کی تجویز کے لیے علمائے بخارا سے اس بات کا فتوے درست فرمایا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے خرقة ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقة ارادت نہ لے۔ اور اگر لے تو تبرک کا خرقة لے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے۔ بلکہ روا ہے کہ خرقة ارادت ایک سے لے۔ اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے۔ اور اگر یہ تینوں دولیں ایک ہی سے تیسرے ہو جائیں، تو زہد، قنوت و نعمت اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ سے تعلیم صحبت کا استفادہ کیے جانا چاہیے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے۔ کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے۔ بر خلاف پیر خرقة کے۔ پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہیے۔ اور پیر بننے اور کھلانے کا زیادہ مستحق یہی ہے۔ اور اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفسِ آمارہ کے ساتھ احکام شرعی کے بجالانے اور سنتِ سنیتہ علیہ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہیں۔ کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے نفسِ آمارہ کی خواہشوں کو دور کرنا مقصود ہے جو اپنے مولائے جل شانہ کی دشمنی میں قائم ہے۔ پس نفسانی خواہشوں کا دور ہونا احکام شرعی کے بجالانے پر واجب ہے۔ جس قدر شریعت میں راسخ اور نہایت قدم ہوگا۔ اُسی قدر خواہش نفس سے دور تر ہوگا کیونکہ نفس پر شریعت کے ادا و نفاذ ہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں ہے۔ اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی مستور

”تمام قلم فیض اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اور حضرت سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوة و سلام“

مکتوب نمبر ۲۲۲

خواجہ محمد اشرف کابل کی طرف صادر فرمایا :

احوال کی غراں اور اپنے حسنات کو کم دیکھنا اور متم رکھنا اور اس دیدہ قصور کا دلالت کے

کلمات کے ساتھ جمع ہونے بلکہ اس دیدہ کا ان کلمات کا اثر ہونے اور اس کے مناسب بیان میں ۔

اللَّهُمَّ وَقِنَا لِمَرْحَاتِكَ وَتَنْبِيْهِكَ عَلَى حَاثِكَ ۝ یا اللہ تو ہم کو اپنی رضا مندی کی توفیق بخش ۔

یٰٰعَزَمَہُ سَيِّدُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَیْہِ اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی غفلت

دَعَا اِلَیْہِ الصَّلٰوَاتُ وَالْتِسْلِيْمَاتُ ۔ اپنی طاعت پر ثابت قدم رکھ ۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ میں سال تک اس کی بائیں طرف کے عمل لکھنے والے فشتے

اس کے عمل نامہ میں کچھ لکھنے نہ پائیں، اور یہ فقیر یہ فقیر ذوق سے اپنے حق میں معلوم کرتا ہے کہ کاتب مبین معلوم

نہیں کہ میں سال کی مدت میں بھی کوئی ایسی نیکی پائے جو اس کے عمل نامہ میں درج کرے خدا نے تعالیٰ جانتا ہے کہ

فقیر اس بات کو بناوٹ اور تکلف سے نہیں کہتا ۔ اور نیز از روئے ذوق کے معلوم کرتا ہے کہ کافر فرنگ اس

سے کئی درجے بہتر ہے، اور اس کا باعث پوچھیں تو جواب سے عاجز نہیں ہے ۔ اور نیز ذوق کے طریق پر اپنے

آپ کو براہیوں کا احاطہ کیے ہوئے جانتا ہے ۔ اور گناہوں کو شامل کیے ہوئے خیال کرتا ہے ۔ اور وہ نیکیاں

جو سرزد ہوتی ہیں ۔ اپنے کاتب شمال کو ان کے لکھنے کا زیادہ مستحق پاتا ہے ۔ اور معلوم کرتا ہے کہ اس کا کاتب

شمال ہمیشہ اپنے کام میں مصروف ہے ۔ اور کاتب مبین معطل و بیکار ہے اور دائیں طرف کے عمل نامے کو شمال

اور سفید اور بائیں طرف کے عمل نامہ کو کھرا ہوا اور سیاہ جانتا ہے ۔ رحمت کے سوا اسے کوئی امید نہیں

اور مغفرت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں جانتا ۔

یا اللہ تیری بخشش میرے گنہوں سے زیادہ وسیع

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ

ہے ۔ اور مجھے اپنے گنہوں کی نسبت تیری رحمت پر زیادہ

وَسِعَتْكَ اَسْرَبٰی عَشِيْرَتِيْ مِنْ

امید ہے ۔

عَمَلِيْ ۔

اس کے حال کے موافق ہے ۔

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کے فیوض و وارادات جو ہمیشہ کمال اور تکمیل کے درجوں میں فائز اور

وارد ہیں وہ اس دیدِ قصور کی تائید کرتے ہیں۔ اور اس عیبِ مبینی کو تقویت دیتے ہیں۔ اور بجائے غرور کے منقصیت زیادہ کرتے ہیں، اور بجائے رفعت و تکبر کے تواضع اور فروتنی کو بڑھاتے ہیں۔ اور ایک ہی وقت میں کمالات و ولایت سے بھی مشرف ہے اور دیدِ قصور سے بھی موصوف ہے۔ یہ فقیر جس قدر بلند جاتا ہے۔ اُسی قدر زیادہ نیچے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہی اور پر جاننا زیادہ نیچے دیکھنے کا سبب ہوتا ہے۔ وانا اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔ اور اگر اس بات کا بھید معلوم کریں۔ تو پھر شاید یقین کر لیں۔

سوال :- ان دو متنافی باتوں کے جمع ہونے کا کیا سر ہے۔ اور ایک متنافی کا وجود دوسرے متنافی کے وجود کا کیوں سبب ہے ؟

جواب :- دونوں متنافی چیزوں کا جمع ہونا اس شرط پر محال ہے جب کہ محل دونوں کا واحد ہو اور جس کا بجز ذکر کے ہیں اس میں محل متعدد ہیں۔ انسان کامل سے اوپر جانے والے اس کے عالم امر کے لطائف ہیں۔ اور نیچے آپ والے عالم خلق کے لطائف جس قدر بلند جاتے ہیں۔ اسی قدر عالم خلق سے زیادہ بے مناسب ہوتے جاتے ہیں۔ اور یہی بے نسبتی عالم خلق کے زیادہ نیچے آنے کا سبب ہے۔ اور عالم خلق جس قدر زیادہ نیچے آتا ہے۔ اُسی قدر سالک کو زیادہ بے مزہ کرتا ہے۔ اور عیوبِ قصور کی دیدِ زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہسازِ حرمِ اس لذت و ملاوت کی آرزو کرتے ہیں جو ابتداء میں ان کو حاصل ہوئی تھی۔ اور انتہا میں ہاتھ سے جاتی رہی اور اس کی جگہ بے مزگی آگئی اور یہی وجہ ہے کہ عارف اپنے آپ سے کافرِ رنگ کو بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ کافر میں اس کے عالم امر کے عالم خلق میں ملنے کے سبب سے نور الہی ظاہر ہے۔ اور عارف میں یہ ملاوٹ دور ہو چکی ہے۔ عالم خلق تنہا جس کے باعث عارف سے اناسرند ہوتا ہے، ہٹا رہا گیا ہے۔ جو سرِ عظمت و کدورت سے پر ہے۔ اور عالم امر کے لطائف خواہ کتنے ہی نیچے آئیں۔ عالم خلق کے ساتھ کوئی اختلاط نہیں رکھتے اور کچھ ملاوٹ حاصل نہیں کرتے، جیسے کہ ابتداء میں رکھتے تھے۔

وہ مکتوب جو برادرِ مہاجر محمد طاہر کے ہاتھ آپ نے بھیجا تھا۔ پہنچا۔ رابطہ کا حاصل ہونا جو پوری مناسبت پر مبنی ہے۔ غیبت کے زمانہ میں بڑی نعمت سمجھیں اور روانہ کے دُور ہونے تک دلوں کے قرب پر کفایت کریں۔ اور اس قرب کے باوجود بدلوں کے قرب کی خواہش کو ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ پوری نعمت اسی قرب پر موقوف ہے۔

خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود قربِ قلبی کے چونکہ قربِ بدنی حاصل نہ ہوا۔ اس لئے ان سے تصورِ شمعِ کمال۔

لوگوں میں سے ادنیٰ آدمی کے درجے کو بھی نہیں پہنچا۔ جن کو قربِ بدنی حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا سونے کا پھاڑ خرچ کرنا ان کے ایک سیر بھر جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوتا۔ پس صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۲۳

احوال و واقعات کو شیخ بزرگوار کی خدمت میں ظاہر کرنے کی ترغیب میں خواجہ جمال الدین حسین کو لکھائی کی طرف صاف فرمایا ہے۔

برادرِ خواجہ جمال الدین حسین نے مدت سے اپنے احوال کی کیفیت سے اطلاع نہیں دی۔ آپ نے نہیں سنا کہ مشائخِ کبر ویر، اُس مرید کو جو عین روز تک اپنے احوال و واقعات کو اپنے شیخ کی خدمت میں عرض نہ کرے۔ کہن پا، فرماتے ہیں۔ خیر جو کچھ ہوا، ہوا۔ پھر ایسا نہ کریں۔ اور جو کچھ ظاہر ہوتا رہے، لکھتے رہا کریں۔ میرے بزرگ بھائی کا مبارک آنا غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت و دُجوئی میں کوشش کریں۔ اور ان کی بزرگ صحبت کو بڑا عزیز جانیں۔ ج

و ادیم تراز گنج مقصود نشان

ہم نے تجھے مقصود کے خزانے کا نشان بتا دیا ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۲۴

آداب کی رعایت کرنے اور آثار کے ظن کو دور کرنے میں جس کا وہم جو تھا۔ اور احتیاط کا امر کرنے اور تعلیمِ طریقت کے بارہ میں تاکید کرنے۔ اور فقر کی سختی اور ناسرادی پروا شمت کرنے۔ اور بعض ان نصیحتوں اور تنبیہوں کے بیان میں جو اُس مکتوب کی پشت پر لکھ دیا یا محمد قدیم کی طرف لکھیں تھیں میر محمد نعمان بدخشانی کی طرف لکھا۔

میرے سعادت مند بھائی یعنی سیادت پناہ میر محمد نعمان کا مکتوب شریف وصول ہوا۔ ان مقدمات کا مضمون جو آپ نے ترتیب دیے تھے۔ اور ان شکوک کا مطلب جو آپ نے لکھے تھے۔ واضح ہوا لوگ آپ کو زمانہ کا مائل کہتے ہیں۔ پھر اس قسم کی باتیں اُس شخص کے ساتھ جس سے چارہ نہیں ہے درمیان لانی کی

مناسب ہیں۔ جب کہ اس سے قطع نہیں کر سکتے اور مفارقت نہیں حاصل کر سکتے۔ باوجود ان باتوں کے خیال نہ کریں کہ اس قسم کی باتوں سے فقیر کے دل میں کسی قسم کا غبار آیا ہو جس کا انجام آزار ہو۔ چر جائے کہ بیزاری کی نوبت پہنچے۔ آپ کی خوبیاں غم کے سامنے ہیں اور آپ کی لغزشیں اعتبار سے ساقط ہیں۔ کسی طرح اپنے دل کو پریشان نہ رکھیں۔ اور کسی وجہ سے اس طرف کا آزار تصور نہ کریں۔ کیونکہ کسی وجہ سے آزار واقع نہیں ہے۔ اور آزار کیسے مقصور ہو۔ جب کہ آزار کا موجب منتفی ہے۔ وہ امور جو بشریت کے لحاظ سے بھول چوک سے سرزد ہوں موانعہ کے لائق نہیں ہیں۔ آزار کا وہم دل سے دور کر کے طریقت کی تعلیم دینے اور طالبوں کے فائدہ پہنچانے میں سرگرم رہیں۔ اور استخاروں کا حکم اس امر کی تاکید کے لیے ہے نہ کہ اس امر کی نفی کے لیے۔ کیونکہ جب شیطان لعین اور نفس بدترین اس مسکین کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ تو پھر بڑی احتیاط اور تاکید سے کام لینا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ مکر و حیلہ سے پھسلادیں اور اپنے ڈھکوسلوں اور فریبوں سے برا بیروں کو نیکوں کی صورت میں ظاہر کریں۔

اور بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ دشمن لعین جب طاعت و نصیحت کے رستہ سے اٹے تو اُس کا دفع کرنا بہت مشکل ہے۔ پس ہمیشہ روتے اور التجا کرتے رہیں۔ اور بڑی عاجزی و نزاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دُعا مانگتے رہیں کہ اس راہ سے آپ کا خرابی اور استدراج مطلوب نہ ہو۔ استقامت کا طریق یہی ہے جو رسالت ابدی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

دوسرے یہ امر ہے کہ فقر و نامرادی اس گروہ کا جمال اور حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتداد ہے۔ حضرت حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں کی روزی کا ذمہ دار ہوا ہے اور ہم کو اور آپ کو اس مکر و تردّد سے فارغ کر دیا ہے۔ جس قدر آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر رزق زیادہ ہوگا۔ آپ جمعیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے میں متوجہ ہوں۔ اور متعلقین کا فہم حق تعالیٰ کے کرم کے حوالہ کریں باقی ملاقات کے وقت۔

بعض یاروں نے جو اس طرف اٹے تھے ظاہر کیا کہ ابھی تک آزار کا وہم میرے دل میں متمکن ہے اس لیے تاکید اور مبالغہ سے لکھا گیا ہے کہ آزار کے وہم کو دور کر دیں۔

دوسرے یہ کہ ایک خط طیار محمد قدیم کی طرف لکھا تھا، جو چند نصیحتوں پر مشتمل تھا۔ ظاہر ہی ہوتا ہے کہ اس خط کا مضمون اس کی طبیعت کے موافق نہیں آیا۔ کیونکہ اس کا جواب نہیں دیا۔ اور دعا ملک نہیں کی اُسے پسند نہ آئے تو نہ اٹے۔ وہ لوگ جو اس فقیر کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اگر اُن کی غلطی اور خطا کو انہیں نہ جتلائے اور حق کو باطل سے جدا نہ کرے تو اپنے ذمہ سے کس طرح بری ہوگا اور آخرت میں کیا منہ

دکھائے گا۔ آپ اس سے کہہ دیں ۵

من آنچه شرط مبلغ است با تو میگویم
تو خواه از خشمم پند گیر و خواه طلال

میں شرط تبلیغ کے تحت — یہ کہ رہا ہوں تو خواہ میری باتوں سے نصیحت گیر ہو خواہ طلال کر

جاننا چاہیے کہ شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے آپ نے سنا ہوگا کہ الشیخ فی توبہ کا لفظی فی اُمتہ "شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں"۔ ہر بے سؤل کو اس بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے ۵

ہر گدائے مرد میدان کے شود

پشتہ آخر سلیمان کے شود

ہر گداگر مرد میدان نہیں ہو سکتا۔ پھر آخر سلیمان کیسے بن سکتا ہے۔

احوال و مقامات کا مفصل علم ہونا اور مشاہدات و تجلیات کی حقیقت کا پہچانا۔ اور کشف و الہامات کا حاصل ہونا۔ اور واقعات کی تعبیر کا ظاہر ہونا۔ اس بلند مقام کے لوازمات سے ہے۔ وید و فرہا خوط القسا۔ "اودان کے بغیر بے فائدہ رنج و تکلیف ہے۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ طریقت کے بزرگ و اقدس سرہم بعض مریدوں کو پیشتر اس کے کہ وہ مقام شفی تک پہنچیں کسی مصلحت اور بہتری کے لیے ایک قسم کی اجازت دے دیتے ہیں۔ اور ایک طرح تجویز فرماتے ہیں کہ طلبوں کو طریقہ دکھائیں تاکہ احوال و واقعات پر اطلاع پائیں۔

اس قسم کی تجویز میں شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس مرید مجاز کو اس کام میں بڑی احتیاط سے کام کرنے کا حکم کرے اور تاکید کے ساتھ غلطی کے مواد کو ظاہر کر دے۔ اور بار بار ان کے نقص پر اطلاع دے۔ اور مبالغہ کے ساتھ ان کا ناقص ہونا ظاہر کر دے۔ اس صورت میں اگر شیخ حق کے ظاہر کرنے میں سستی کرے تو خیانت ہے۔ اور اگر مرید کو وہ باتیں بُری معلوم ہوں تو بد قسمت ہے۔ کیا نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کی رضا مندی شیخ کی رضا مندی سے وابستہ ہے۔ اور حق تعالیٰ کا غضب شیخ کے غضب پر موقوف ہے۔ اس پر

۱۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الدرر والنسیر میں فرمایا کہ اس روایت کو دہلی نے ابورافع سے باسند روایت کیا نیز امام سیوطی نے جامع صغیر میں اس الفاظ سے ذکر کیا: "الشیخ فی الملک الہی فی اعتبار اوابی النہار نے ابورافع سے باری الفاظ نقل کیا شیخ فی الملک الہی فی اعتبار یا در ہے کہ اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ ضعیف کہا جاسکتا سو دعوات میں شمار کرنا درست نہیں ۱۲

۲۔ خدا تعالیٰ کی رضا مندی مرشد کامل کی رضا مندی سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی شیخ کامل کی (باقی صفحہ ۵۲۵)

کیا بلا آڑی وہ نہیں سمجھتا کہ ہم سے قطع کرنا اُس کو کمان تک پہنچا دے گا۔ اور اگر ہم سے قطع کرے گا تو اور کس سے جاملے گا۔ اور اگر غور و بالغانہ اس قسم کا کوئی امر اسی کے دل میں راہ پا گیا ہو۔ تو بے توقف اس کو کہہ دیں کہ تو بڑے استغفار کریں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرے کہ اس ابتلا و فتنہ عظیم میں اس کو مبتلا نہ کرے اور اس خطرناک بلا و آزمائش میں اس کو گرفتار نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یاروں کی اس بے پروائی اور اضطراب سے کسی قسم کا خیابار اور آزار فقیر کے دل میں داخل نہیں ہوا۔ اس سبب سے اُمید وار ہے کہ تمام کاموں کا انجام بخیر ہوگا۔ اور باقی احوال و اوضاع کو برادر رسالت مند مولانا صالح محمد مفصل بیان کریں گے اور آپ بعض شبہوں کے مقام کو ان سے دریافت کر لیں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْاَمْرُ مَتَابَعَةُ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلٰمَاتُ وَالنَّبِیُّنَا اُمَّہَا وَاٰلُہَا وَسَلَامُ جو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر ۲۲۵

ملاطہر لاہوری کی طرف صادر فرمایا :-

اس بیان میں کہ وہ احوال جو دوسروں کو نہایت میں میسر ہوتے ہیں۔ اس طریقہ علیہ کے ابتدا میں میسر ہو جاتے ہیں۔ لیکن بدانت میں نہایت مندرج ہونے کے طریق پر جو اس طریقہ علیہ کے لوازم سے ہے اور اس قسم کے احوال کا ابتدا میں ظاہر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ایسے سوال والے کو کامل مکمل کیں اور طریقہ کے سکھانے کی اجازت دے دیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

تَحْمَدًا وَنُصْرًا عَلٰی نَبِیِّہٖ وَسَلٰمَہٗ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَکْبَارُہٗ۔ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اس کے نبی اور آپ کی آل بزرگ و وار پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔

آپ کے شریف خط پے در پے پہنچے۔ طالبوں کی ترقی اور ان کی التذاذ اور جمعیت کا حال پڑھ کر بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ اس طریق میں نہایت ابتدا میں مندرج ہے۔ اس لیے اس طریقہ علیہ کے متدیول (بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ناراضگی پر موقوف ہے۔ جو لوگ شیخ کامل کو بے بس اور بے اختیار جانتے ہیں انہیں اپنے اس اعتقاد کی اصلاح کرنی چاہیے۔

کو ابتدا میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں، جو مہتمیوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک مشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال کے درمیان سواٹھے عارف کے جس کی نظر بصیرت تیز ہو کوئی فرق نہیں کر سکتا۔ پس اس لحاظ سے احوال کے حاصل ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے احوال والے کو طریقہ سکھانے کی اجازت نہ دینی چاہیے۔ کیونکہ اس صورت میں طالبوں کے ضرر کی نسبت اس کا اپنا بڑا ضرر ہے۔ ممکن ہے کمال کا خیال کر کے ترقی سے رک جائے۔ یا جاہ و ریاست کے حاصل ہونے سے جو مقام ارشاد کے لیے ضروری ہے فتنہ میں پڑ جائے۔ کیونکہ اس کا نفس مارہ بھی اپنے کفر کی حالت پر ہے۔ اور اس کا تزکیہ نہیں ہو سکتا۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ جن لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے انہیں نرمی اور محبت سے مجاہدیں کر اس قسم کی اجازت کمال پر مبنی نہیں ہے۔ ابھی بہت کام درپیش ہے اس قسم کے احوال جو ابتدا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہدایت میں نہایت مندرج ہونے کی قسم سے ہیں۔ اور جو نصیحتیں مناسب جائیں عمل میں لائیں۔ اعلان کے نقص پر ان کو اطلاع بخشیں۔ اور چونکہ آپ نے ان کو اجازت دے دی ہے اس لیے طریقہ سکھانے سے ان کو منع نہ کریں۔ شاید آپ کی توجہ کی برکت سے مقام ارشاد کی حقیقت تک پہنچ جائیں۔

دوسرے یہ ہے کہ جب آپ نے اس عظیم القدر کام کو شروع کیا ہے تو مبارک ہے۔ اس کام میں بڑی سعی و کوشش بجالائیں۔ اور بڑے سرگرم رہیں تاکہ طالبوں کی زیادہ سے زیادہ ترقی کا باعث ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

مکتوب نمبر ۲۲۶

اس بیان میں کرندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مرتب ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان اپنے حقیقی بھائی میاں شیخ محمد مودودی کی طرف لکھا ہے :-

میرے عزیز بھائی! کا خط پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔ اسے بھائی اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق دے۔ زندگی کی فرصت بہت مختصر ہی ہے۔ اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ بڑے انسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور کے حاصل کرنے میں صرف کرے اور ہمیشہ کا رنج و الم خریدے۔

اسے بھائی! لوگ دور دور سے دنیاوی اسباب کو چھوڑ کر مودودی کی طرح آ رہے ہیں۔ اور تم اپنے گھر کی دولت کی قدر نہ جان کر دنیا کیسینی کی طلب میں بڑے مزے سے باہر دوڑ رہے ہو اور بڑے شوق

سے اس کے حاصل کرنے کے خواہاں ہو :

اَلْحَيَاةُ مِنَ الْاِيْمَانِ - حیا ایمان کی شاخ ہے۔

حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

اے بھائی! اہل اللہ کا اس طرح اکٹھا ہونا۔ اور اس طرح بشر فی اللہ کی جمعیت جو آج سر ہند میں منتشر ہے۔ اگر تمام جہان کے گرو پھر تو بھی معلوم نہیں کہ اس دولت کا تسواں حصہ بھی کہیں پاسکو۔ اور اس باجراو کیفیت کا کچھ حصہ حاصل کر سکو۔ تم نے اس دولت کو مفت ہاتھ سے کھو دیا اور قیمتی موتیوں کو چھوڑ کر پتوں کی طرح اخروٹ و منقہ پر کفایت کی ج

شرمت بادا ہزار شرمست بادا

تہیں ہزار بار شرم کرنی چاہیے۔

اے بھائی! آئندہ وقت تک شاید فرصت نہ دیں۔ اور اگر دیں بھی۔ تو اس قسم کے اجتماع کو قائم نہ رہنے دیں۔ تو پھر کیا علاج ہوگا۔ اور کس طرح تدارک ہو سکے گا۔ اور کس چیز سے تلافی حاصل ہوگی۔ تم نے خدا کی ہے اور غلط سمجھے ہو۔ چرب و شیریں نعموں پر فریفتہ نہ ہو جاؤ اور قیمتی اور آراستہ کپڑوں پر دھوکا نہ کھا جاؤ۔ ان کا نتیجہ دنیا و آخرت میں حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ اہل و عیال کی ضمانت کے لیے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا اور آخرت کا عذاب اختیار کرنا، عقل دور اندیش سے دور ہے۔ حق تعالیٰ تم کو عقل دے اور آگاہ کر دے۔

اے بھائی! دنیا بے فانی میں ضرب النشل ہے۔ اور اہل دنیا خست اور کینہہ پن میں مشہور ہیں۔ پھر بڑے فسوس کی بات ہے کہ انسان اپنی قیمتی عمر کو اس بے وفا اور کینہی کے لیے خرچ کرے :
مَا عَلَى الرَّسُولِ اِلَّا الْبَلَاغُ۔
تا مد کا کام مکمل ہونا چاہیے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۲۷

بعض ان ہندو نصاب کے بیان میں جو مقام شیخی اور تکمیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائی

کی طرف لکھا ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اَصْطَلَفٰہِمْ تَمَامُ تَعْرِیْفِیْنِ اللّٰہِ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ

سے بخاری و مسلم شریف بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بندوں پر سلام ہو۔ آپ کا مکتوب شریف پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا۔ اور یاروں کے التذاذ اور ملاوت کا حال پڑھ کر نہایت ہی فرحت حاصل ہوئی۔

اسے بھائی! حق تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کریں اور محافظت کریں کہ کوئی ایسا امر صادر نہ ہو جو مخلوقات کی نفرت کا باعث ہو۔ کیونکہ اس میں بڑی خرابی ہے۔ غلطی کی نفرت اس ملامتی گروہ کے حال کے مناسب ہے جن کا دعوت اور شیخی سے کچھ واسطہ نہیں ہے بلکہ ملامت کا مقام شیخی کے مقام کے برخلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان دونوں مقام کو آپس میں ملا دیں اور میں شیخی میں ملامت کی آرزو کریں کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ اور مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو متحمل یعنی رُعب و داب سے آراستہ پرستہ رکھیں۔ اور مریدوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور اُنس اُتقیا نہ کریں کہ خفت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے۔ اور حدودِ شریعہ کی اچھی طرح محافظت کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کریں کہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے منافی اور سنتِ سنیت کی تابعداری کے دعوئے کے مخالف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ رِیاءُ العارفینَ خبیثٌ منَ اِخلاصِ المؤمنِینَ۔ عارفوں کا ریاءِ بدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔ کیوں کہ عارفوں کا ریاءِ طالبوں کے دلوں کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لیے ہوتا ہے۔ پس ضرور مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہوگا۔ اور نیز عارفوں کے اعمالِ طالبوں کے لیے اعمالِ بجالانے میں موجبِ تقلید ہیں۔ اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے۔ پس عارف اس واسطے ریا کرتے ہیں۔ تاکہ طالب ان کی اقتدا کریں۔ یہ ریاءِ امینِ اخلاص ہے۔ بلکہ اُنس اخلاص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لیے ہو۔

اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لیے ہیں۔ اور عارفوں کو عمل کی حاجت نہیں ہے۔ بعونِ باللہ منہایہ الاما دوزندہ قدر ہے۔ بلکہ عارف اعمال کے بجالانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں۔ اور اعمال کے بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بسا اوقات عارفوں کے اعمال میں طالبوں کا نفع مد نظر ہوتا ہے جو تقلید پر ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کو ریا کہتے ہیں۔

غرض قول و فعل میں بڑی محافظت کریں کیوں کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ فساد و ہنگامہ کے در پے ہیں۔ کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو اس مقام کے منافی ہو۔ اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے۔ اور حضرت حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں۔

دوسرے یہ ہے کہ آپ نے مشائخ کی نسبتوں کے حاصل ہونے کے بارہ میں لکھا تھا۔ اس کی وجہ کئی دفعہ رُو بُرو آپ سے بیان ہو چکی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہ سمجھیں کہ اس میں غیریت نہیں ہے اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۲۸

بعض نصیحتوں کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کے مناسبت احمد کے بیان میں میر عثمان کی طرف لکھا۔

میر سے بھائی سیادت پناہ کا مکتوب پہنچا خوشی کا باعث ہوا۔ اسے بھائی کئی دفعہ آپ کے لکھا گیا ہے کہ اس طریق کا مدار دو اصولوں پر ہے۔ ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی کہ اس کے چھوٹے چھوٹے ادا کئے ترک پر بھی راضی نہ ہوں۔

دوسرے شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص پر اس طرح واضح اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں۔ بلکہ اس کے تمام حرکات و سکنات سرید کی نظر میں زیرِ با اور محبوب کھائی دیں۔ خدا محفوظ رکھے کہ ان امور میں سے جو ان دو اصولوں کے متعلق ہیں کسی امر میں خلل واقع نہ ہو اور اگر اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصل درست ہو گئے۔ تو دنیا و آخرت کی سعادت نقد و وقت ہے۔ اور بھی بہت سی نصیحتیں اور وصیتیں آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کو مد نظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور بڑی عاجزی اور ندامت سے پہلی کوتاہیوں کا تدارک کریں۔ اور رمضان شریف کے اخیر عشرہ کا اعتکاف جو ایک دفعہ آپ سے ترک ہو گیا تھا۔ اس کی قضا کی نیت پر اس ذی الحج کے عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں تاکہ اس نیت سے سنت پر عمل کر سکیں۔ اور اس عشرہ اعتکاف میں گریہ و زاری اور مجر ویدار سے اپنی تعقیروں اور کوتاہیوں کی غلہ خواہی کریں۔ فقیر بھی ان شاء اللہ اس عشرہ میں آپ کی مدد کرے گا۔

اجازت نامہ کے لکھنے میں جو آپ اس قدر مبالغہ اور کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کا مقصد کیا ہے۔ طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت جو آپ کو دی گئی ہے، اگر وہ کافی نہیں ہے تو اجازت نامہ کیا کرے گا۔ یہ لازم نہیں کہ جو کچھ دل میں گزرے اسی کے واسطے کوشش کرنے لگ جائیں۔ کئی ایسی باتیں دل میں گزرتی ہیں جن کا ترک کرنا بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔ نفس بڑا ضدی ہے، جس امر کو اختیار کرنا چاہے

اس کے پرہیز کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اس کے حق و باطل ہونے کا لحاظ نہیں کرتا۔ یہ چند باتیں آپ کی خاطر لکھی گئی ہیں حق تعالیٰ آپ کو نفع دے۔ بھائی صاحب اپنے کام کا فکر کرنا چاہیے تاکہ جہان سے ایسا ن سلامت لے جائیں۔ اجازت نامہ اور مریضہ کچھ کام نہیں آئیں گے۔ ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص سچی طلب سے آجائے تو اس کو طریقہ سکھا دیں نیزہ کہ طریقت کی تعلیم کو اپنے کام کا اصل خیال کریں اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع بنادیں کہ اس میں سراسر ضرر اور خسارہ ہے۔

مکتوب نمبر ۲۲۹

میرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ ہمارا طریق بعینہ حضرت ایشاں قدس سرہ کا طریق ہے اور ہماری نسبت ہی نسبت ہے۔ لیکن مناعت کا کمال ہونا اور نسبت کا تمام ہونا نسبت سے ٹکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر موقوف ہے۔
 الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ
 تمام توفیقیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اُس کے
 برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔
 اضطلی۔

آپ کے مکتوب شریف جو اپنے غلط فہمی شقاق کے نام لکھے ہوئے تھے پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی اور زیادہ محبت کا باعث ہوئے۔ بِحَوْلِ اللّٰہِ سُبْحَانَهُ عَزَّ وَجَلَّ اَخْبِرَ الْجَزَائِرَ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔

محل طور پر بعض شبہات و تردیدات جو آپ نے لکھے تھے۔ اُن کا جواب یہ ہے کہ ہمارا طریق وہی حضرت ایشاں یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا طریق ہے۔ اور ہماری نسبت آنحضرت ہی کی شریف نسبت ہے۔ اس طریق سے بڑھ کر عالی اور کونسا طریق ہے۔ اور اس نسبت سے زیادہ بہتر اور مناسب اور کوئی نسبت ہے کہ کوئی اس کو اختیار کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر مناعت کی تکمیل اور ہر نسبت کی تقسیم مختلف ٹکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر منحصر ہے۔ مثلاً وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھی۔ وہ اب متاخرین کے ٹکروں کے ملنے سے دو چند زیادہ ہو گئی ہے۔ اور یہ علم بہت کامل اور صاف ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ وہی سیبویہ کی نحو ہے جس کو متاخرین کے ٹکروں نے پہلے کی نسبت زیادہ آراستہ پیراستہ

کر دیا ہے۔

شیخ علاؤ الدولہ قدس سرہ کا مقولہ آپ کے مبارک کانون تک پہنچا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ غلطی اور وسیلے جس قدر زیادہ ہوں اُسی قدر سستہ زیادہ نزدیک اور روشن ہوگا۔

اس نسبتِ علیہ پر اس قسم کی زیادتی نے جو آراستگی اور پیرائگی کے طور پر پیدا ہو گئی ہے بہت لوگوں کو تخیلات میں ڈال رکھا ہے۔ اصل معاملہ یہی ہے جس میں تکلف اور بناوٹ کو دخل نہیں۔

آپ اس فقیر کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کا طریق ثابت کیا ہے۔ اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے۔ اور اس طریقِ عالی اور اس طریق کے بزرگواروں کی تعریف اور مدح اس طرح پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفائے میں سے کسی کو اس کا سوالِ حصہ بیان کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوئی اور نیز یہ فقیر روزِ مرہ اور نشست و برخاست میں اس طریق کے آداب و لوازم کی رعایت پورے طور پر کرتا ہے۔ اور سرِ نحو مخالفت اور غلط بات کو پسند نہیں کرتا بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے یہ سب بہتر نظر انداز کر دیے ہیں اور اگر بالفرض آزار کے دنوں میں بعض یاروں کی نسبت کلمہ و کلام میں کوئی نامناسب بات کہی گئی ہو اور آپ کی نظر میں آئی ہو۔ تو پھر بھی تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سُن کر آپ سے باہر ہو جاتے ہیں اگر حسنِ ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے یا شاید میں ہی حسنِ ظن کے قابل نہیں ہوں۔

الفرض اگر گفت و شنود پر ہی مبنی ہے۔ تو پھر چغلیخوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور غلاموں کی کوئی توقع نہیں ہے۔ آپ گفت و شنید سے درگزر کریں اور گزشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں۔ تاکہ اخلاص متصور ہو، اور پرانی کلفت رفع ہو جائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضراتِ پیر زادوں کی تربیت کا وقت آگیا ہے۔ اور حضرت ایشاں قدس سرہ کی وصیت کو یاد دلایا تھا۔

اے میرے مخدوم و مکرم! اس میں غلاموں کی سادت ہے کہ اپنے مخدوم زادوں کی خدمت سے کامیاب ہوں۔ لیکن اس مدت میں معلوم رکھاؤں کے باعث ظاہری خدمت سے دُور رہا۔ اور وصیت کے وقت کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اور اب اگر آپ جانتے ہیں کہ کوئی مانع نہیں ہے، اور گفت و شنود کا رستہ بند ہو گیا ہے۔ تو فرمائیں تاکہ بندہ چند روز اگر اس خدمت میں مشغول رہے اور اگر اچھی طرح ملاحظہ کرتا ہے تو جانتا ہے کہ اس کام میں صرف وصیت کا حکم بجا لانا مقصود ہے ورنہ آپ کی ظاہری باطنی تربیت اُن کے لیے کافی ہے کسی اور کی حاجت نہیں۔

دوسرے یہ ہے کہ برادرِ مولانا عبد اللطیف فرماتے تھے کہ میں محمد طلیح نے بڑے مخدوم زادہ کی فکر کیا تعلیم و تربیت کو اپنے ذمے لے لیا ہے، اور آپ نے بھی اس بات کو پسند فرمایا ہے۔ اس بات کو سن کر بہت تعجب ہوا۔ اور اگر وہ اپنی نارسائی کے باعث اس بارہ میں کچھ خیال کرے تو خیر۔ مگر آپ کیسے تجویز کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میں محمد طلیح کا آزار کسی اور جگہ سرایت کر جائے۔

مکتوب نمبر ۲۳

شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا:

ہمت بند رکھنے اور اس چیز پر جو حاصل ہو کفایت نہ کرنے میں بلکہ جو کچھ معلوم و مشہود ہو اس کی نفی کرنے اور مشہور و معروف و بیگنون کے ثابت کرنے میں جو دید و دانش سے باہر ہے۔
 اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَ سَلَامٌ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ تمام تہذیبیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ
 اصطفیٰ۔ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے بزرگ احوال میں بالونے آپ کے کہنے کے مطابق بتائے اور ان کی حقیقت دریافت فرمائی اس لیے چند کلمے لکھے جاتے ہیں۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال ابتدائی مراتب میں اس راہ کے مبتدیوں کو بہت حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی نفی کرتے ہیں۔ وصل کجا اور نہایت کو نسی شعر:

کَيْفَ الْوُصُولُ اِلٰی سَعَادَةٍ دُوْنَهَا

قَلَّ الْمَجَالُ دُوْنَهَا حَيٰوَنًا

سعاد مشوقہ تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے جب کہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور ان کے درمیان نشیب و فراز واقع ہیں۔

اللہ تعالیٰ بے کیف اور بے مثل ہے۔ اور جو کچھ دید و دانش اور مشہور و مکاشفہ میں آئے اس کا غیر ہے وہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس سے وراء الوجود ہے۔ آپ اس راہ کے جہز و موہبہ (معمولی چیزوں) پر بچوں کی طرح ہرگز فریفتہ نہ ہو جائیں۔ اور نہایت کو پالنے پر مغرور نہ ہوں۔ اور احوال و واقعات کو ناقص شاخ کے پاس ظاہر نہ کریں۔ کیونکہ یہ اپنی سمجھ کے موافق قصور سے کو بہت خیال کرتے ہیں اور ہدایت کو نہایت شمار کرتے ہیں پس طالب مستعد اپنے کمال کے خیال میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس کی طلب میں فتور آ جاتا ہے۔

شیخ کامل کی تلاش کرنی چاہیے۔ اور اپنے باطنی امراض کا علاج اس سے کرانا چاہیے۔ اور جب تک شیخ کامل نہ ملے چاہیے کہ ان احوال کو لا کے نیچے لاکر نفی کریں اور معتود بحق کا جو بیچون و بیچگون ہوتا ثابت کریں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا یہ سب اس کا غیر ہے کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔ آئندہ جو کچھ نظر آ رہا ہو اس کی نفی بھی کریں کہ وہ حق تعالیٰ دراء الوداد ہے۔ اور اثبات کی جانب میں کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ ہو۔ اس طریقیت کے بزرگواروں کا طریق یہی ہے۔

سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور
حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت
کو لازم پکڑا۔

وَاللَّهُمَّ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعْتُ الْهُدَىٰ وَالْتَّوَمَّ
مُتَابِعَةُ الْمُصْطَفَىٰ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ إِلِهِ الصَّلَاةُ
وَالتَّسْلِيمَاتُ أَتَمَّهَا وَأَكْمَرُهَا۔

مکتوب نمبر ۲۳۱

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا :

چند سوالوں کے جواب میں جو آپ سے کیے گئے تھے اور جن میں پوچھا گیا تھا کہ رسول اور مصلو
کے درمیان کیا فرق ہے۔ اور وہ اسماء بن ابی سلمہ مصلوۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اولیائے تعینات
کے مبادی بھی وہی اسم ہیں یا نہیں۔ اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے۔ اور آپ پوچھا گیا تھا کہ مشائخ نقشبندیہ
ذکر ہر سے منع کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حالانکہ فوق و شوق بخشتا ہے۔ اور چیزوں سے جو
آنحضرت کے زمانہ میں نہ تھیں۔ مثلاً لباس فرمی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔
تَحْمَدًا وَتَعْظِيمًا عَلَىٰ نَبِيِّهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ
ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور نبی اور اُس کی آل
بزرگوار پر مصلوۃ والسلام بھیجتے ہیں۔
وَعَلَىٰ آلِهِ الْكَرَامُ۔

آپ کے دو مکتوب شریف پے در پے پہنچے۔ پہلا مکتوب تو سوز و شش اور اضطراب کی خبر دیتا
تھا۔ لیکن دوسرا مکتوب اس سے طام و شوق و سرگرمی سے بھرا ہوا تھا۔

میر سے دوست آپ نے اس وقت جب کہ میر سعد الدین دوانہ ہونے لگا تھا جواب طلب کیا بندہ
اس وقت یہاں تک بے دماغ اور مقبوض تھا کہ اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھ سکتا تھا۔ مولانا یار محمد جدید کو
لکھنے کے لیے کہا۔ بے دماغی کے وقت اگر کوئی نامناسب کلمہ لکھا گیا ہو تو مافات فرمائیں آپ کو چاہیے

کہ تھوڑی سی بات سے نہ بگڑ جائیں اور معاملہ کو درہم برہم نہ کریں۔ خدا نہ کرے کہ کسی قسم کا ازار درمیان ہو یا رنجش دروگردانی کے باعث کچھ لکھا جائے۔ ہاں اگر نصیحت کے طور پر کچھ لکھا جائے تو خوش حال ہونا چاہیئے۔

آپ کے دوسرے خط نے بہت ہی خوش کیا۔ حرارت ہر کام میں درکار ہے۔ پُر مَر دگی اور لڑائی دشمنوں کے نصیب ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حصول اور وصول کے درمیان جو فرق ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اسے بھائی حصول باوجود قہر کے مقصود ہے اور وصول متعذر و دشوار ہے۔ غنقا کو جب ہم صورت محسوسہ سے تصور کرتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ غنقا ہماری قوتِ مدرک میں حاصل ہے۔ لیکن غنقا ایک حصول ثابت نہیں ہے۔ کیوں کہ ظلیت جو مرتبہ ثانی میں اُس شے کے ظہور سے مراد ہے۔ اس شے کے حصول کی ممانی نہیں ہے۔ لیکن شے کا وصول ظلیت کی تاب نہیں لاسکتا۔ پس دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ اسماء جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کا مبداء ہیں، وہی اسماء اولیا کے تعینات کا بھی مبداء ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے۔

اسے عزیز! انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ان اسماء کے کلیات ہیں اور اولیا کے تعینات کے مبادی ان اسماء کی جزئیات ہیں جو ان کلیات کے تحت میں مندرج ہیں۔ اور ان اسماء کی جزئیات سے مراد وہی اسماء ہیں جو قیودِ دینی سے کسی قید کے ساتھ باخفا ہیں۔ جیسے کہ کسی شے کیساتھ ارادہ بے قید اور ارادہ مقید ہوتا ہے۔ اور چونکہ اولیا کو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے اس قید کو دور کر کے مطلق کے ساتھ مل جائے گا۔ فقیر نے اس فرق کو اپنے بعض مکتوبات میں مفصل ذکر کیا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کر لیں۔

نیز اپنے پوچھا تھا کہ ذکرِ جبر سے منع کرتے ہیں کہ بدعت ہے حالانکہ ذوق و شوقِ بخشش ہے۔ اور اود چیزوں سے جو آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ تھیں مثل لباسِ فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔

میرے مخدوم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل و دُعا مروج پر ہے۔ ایک عبادت کے طریق پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں، اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے

اور وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا۔ اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے متعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف و عادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے برخلاف ہے۔ اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے البتہ عادی سنت کو مد نظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور مساواتوں کا موجب ہے۔

لَبَّيْنَا اللَّهَ مَا يَأْتِي كُفْرًا عَلَىٰ مَتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ تَابِعِي كُلِّ قَبِيلٍ أَفْضَلُهَا
والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔
اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم
وآلہم والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب نمبر ۲۳۲

دنیا کینی کی حقیقت اور اس کی ردی نربائش کی بُرائی اور اس کینی دنیا کی محبت کے دور کرنے کے علاج اور مناسب امور کے بیان میں نکلے قلم کی فضا در فرمایا :

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ناپسندیدہ کینی دنیا کی حقیقت اور اس کی ردی نربائش اور سچ و سچ کو آپ کی نظر بصیرت میں منکشف کر کے آخرت کے حسن و جمال کو بہشتوں اور ان کی نعموں کی ترقی و تازگی اور ان میں پروردگار جل شانہ کے دیدار کی زیادتی کے ساتھ جلوہ گر کرے۔ تاکہ اس جلدی دور ہو جانے والی بُری دنیا کی طرف سے بے رغبتی حاصل ہو جائے اور پُورے طور پر عالم بقا کی طرف جو مولیٰ جل شانہ کی رضا کا مقام ہے، توجہ مبسوط ہو جائے۔ اور جب تک اس کینی کی بُرائی واضح نہ ہو، اس کی قید سے نکلنا مشکل ہے۔ جب تک اس کی قید سے خلاصی نہ ہو۔ تب تک آخرت کی نجات اور بچاؤ دشوار ہے :

حُبُّ الدُّنْيَا سَأَسْ كُلَّ حَبِيثَةٍ
دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔

مشہور اور مانی ہوئی بات ہے۔ اور چونکہ علاج ضد سے ہوتا ہے اس لیے اس کینی دنیا کی محبت دور کرنے کا علاج امور آخرت میں رغبت کرنے اور شریعت روشن کے احکام کے موافق اعمال صالحہ بجالانے پر وابستہ ہے۔ حق تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو پانچ بلکہ چار چیزوں پر منحصر کیا ہے اور فرمایا ہے :

لَا رِزْقَ إِلَّا بِهِنَّ اور برقی نے شعب الایمان میں روایت کی۔ مشکوٰۃ شریف۔

إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالدِّينِ يُؤْتِيهِمُ اللَّهُ بِكَافٍ يُنَافِعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ
 دنیائی زندگی کھیل کود اور زینت اور باہم فخر کرنا
 اور مال و اولاد میں زیادتی کرنا ہے۔

پس جب عمل ماحول میں مشغول ہوں، تو جزو اعظم لعبتِ مہوہی کم ہونے لگتا ہے۔ اور ریشم اور چاندنی
 سونے کے استعمال سے جن پر عمدہ اور اعلیٰ زیب و زینت کا مدار ہے پر ہیز کرنے لگتے ہیں اور دوسرا جزو
 جو زینت ہے، زائل ہونے لگتا ہے اور جب یقین ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت و بزرگی
 پر ہیزگاری اور نفوس سے ہے نہ کہ حسبِ نسب سے۔ تو فخر کرنے سے باز آتے ہیں۔ اور جب
 جانیں کہ مال و اولاد حق تعالیٰ کے ذکر سے مانع ہیں اور اس کی بارگاہ سے روکتے ہیں۔ تو ان کے زیادہ
 زیادہ حاصل کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں اور ان کے بڑھانے کو مہیوب جانتے ہیں۔ غرض :
 مَا أَتَاهُمُ الرَّسُولُ تَخَذُوهُ مَا تَهْتَكُوا مِنْهُ
 جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو اور
 فَاتَّهَبُوا كَيْلًا يُصْرُكُمْ شَيْءٌ
 جس سے اس نے منع کیا ہے، ہٹ جاؤ تاکہ
 تمہیں کوئی چیز ضرر نہ دے۔

داویم تراز گنج مقصود نشان

۵

ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھے غزانہ مقصود کا نشان بتا دیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچ سکے تو شاید تو ہی پہنچ جائے
 باقی مقصود یہ ہے کہ مریاں شیخ عبدالمومن بزرگ زادہ ہیں اور تحصیلِ علوم ہے فارغ ہو کر طریقہ صوفیہ کا
 سلوک فرماتے ہیں، اور سلوک کے ضمن میں عجیب و غریب احوال مشاہدہ کرتے ہیں۔ ضرورتِ انسانی از قسم
 اہل دعیال ان کو حیران و بے اختیار ناچار کر دیتی ہے۔ اس فقیر نے اس ناچارگی اور پریشانی کو دور کرنے
 کے لیے آپ کی جناب کی طرف ان کی رہنمائی کی ہے :

مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيمِ الْفَتْحُ
 جس نے کریم کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ کشادہ حال
 ہو گیا۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۳۳

بعض عمدہ و عمدہ نصیحتوں کے بیان میں عالی جناب شیخ فرید کی طرف لکھا :

۱۵ سورہ صید، پارہ ۲۷ - ۱۵ سورہ حشر، پارہ ۲۸

بَشِّرْنَا اللَّهُ دَرِائًا كَثْرًا عَلَى مَا جَاءَكَ بِهِ جَدُّكَ لَا تَجِدُ
عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ مِنَ الصَّلَاةِ أَفْضَلًا
وَمِنَ النَّبِيِّاتِ أَكْثَلًا۔
اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس چیز پر جس کو آپ کے
جد بزرگوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لائے
ہیں ثابت قدم رکھے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس شریف کے دنوں میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت عالی
میں بھی پہنچے کہ اسی اثناء میں کوہ کی خبر پھیل گئی۔ اس لیے توقف کر کے چند ٹوٹے پھوٹے کلموں سے آپ کو تکلیف
دی گئی ہے۔ فقیر خواہ حضور میں ہو خواہ غیبت میں ہر دم آپ کے لیے دعا گو ہے، کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ہر نامناسب
اور نالائق امر سے سلامت رکھے۔ بعض اوقات غیر خواہی کا غلبہ اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ بشد ان کی خدمت
کو اختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید و مبالغہ کے ساتھ آپ کو ان سے
منع کرے اور مجلس شریف میں نا اہلوں کو نہ رہنے دے۔ لیکن جانتا ہے کہ سب امیدیں حاصل نہیں ہوتیں
ناچار آپ کے حق میں غائبانہ دعا سے تہذیبان رہتا ہے۔ شاید قبول ہو جائے۔

حضرت خواجہ احمد قدس سرہ اپنی بزرگی اور کلانی کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر چند یہ کفر ہے کہ کوئی
ایسا بڑا ہو جائے کہ اگر وہ برہم ہو جائے تو تمام جہان برہم ہو جائے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہم کو
ہماری صحت کے بغیر بڑا بنایا ہے۔

آج اس قسم کی زندگی اور کلانی نزدیک ہے کہ آپ کی غائب کے بارہ میں مادیق آئے۔ کیونکہ آپ مخلوقات
کے آرام میں ہیں اور مخلوقات آپ کے آرام میں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے آپ کے لیے دعائے
خیر بارش کی طرح برس رہی ہے۔ جو عام مخلوقات کو نادمہ مند ہے۔ پھر افسوس ہے کہ باوجود اس قدر کلانی
اور بزرگی کے دائرہ خشخاش کے برابر غالی جگر رہ جائے۔ اور یہ دائرہ خشخاش دو سنتوں اور خیر خواہوں
کے دل پر بڑا بھاری بوجھ ہے۔ مہربانی فرما کر ان کو اس بوجھ سے ہلکا کریں۔ مدت ہوئی ہے کہ اس خیر خواہ
نے اس بات کی نسبت کچھ نہیں لکھا کہ ایسا نہ ہو کہ تکرار و مبالغہ گراں معلوم ہو۔

یار نازک بدن زبا رہو امے رنجد

ہچو گل برگ زامیب صباے رنجد

میرزا نازک بدن ہے جو اے بوجھ سے بھی دبیہ ہوتا ہے، جس طرح پھولی کا پتہ باد صبا کے آسب سے نہیہ ہوتا ہے
اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ مجلس عرس میں شرکت کرتے تھے اور سر ہند ضریح سے بڑی
آتے تھے۔ اگر یہ سفر اور اس طرح کی مجلس میں شریک ہونا بدعت ہوتا تو آپ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ ماہین عرس غور فرمائیں۔ یاد رہے
لوگوں کی اصل حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سال شریعت کے اصل کی طور پر تشریف لاتی (بر غزائے)

محسوس کرتا ہے۔

لیکن دوستی سے دُور معلوم ہوا کہ آپ کے دل کے مراض ہونے کا لحاظ کر کے خاموش رہے۔

حافظ و طیفہ تو دُعا گفتن اسٹیل بس

در بند آں نباش کنشید یا شنید

اسے حافظ تیرا و طیفہ صرف یہ ہے کہ دعا کرتا رہے۔ اس نگر میں دُچر کر سنا ہے یا نہیں سنا۔

کچھ مدت سے حرمین شریفین (کہ خدائے تعالیٰ ان کو آفات سے محفوظ رکھے) کی زیارت کا ارادہ و شوق پیدا

ہوا۔ اور اس سفر کا باعث میں خواہش ہے۔ اور چونکہ یہ ارادہ آپ کے صلح مشورے اور رضائے

پر وابستہ تھا۔ اس لیے کوچ کی خبر سن کر وہ ارادہ ملتوی ہو گیا:

الْخَيْرُ فِي مَا صَحَّكُمْ اللَّهُ سُبْحَانَهُ - بہتری اس بات میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۳۴

حقائق کو جاننے والے معارف کے پہچاننے والے عالم ربانی عارف سبحانی مخدوم زادہ کلال یعنی شیخ

محمد صادق رضا اُن کو سلامت اور باقی رکھے اور اعلیٰ مقصود تک پہنچائے، کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ واجب الوجود کی حقیقت وجود محض ہے جو ہر چیز و کمال کا منشا ہے۔ اور

ملکات کی حقیقتیں عداوت ہیں جو ہر شر و نقص کا مبداء ہیں۔ اور مَنْ عَدَا نَفْسَهُ فَقَدْ عَدَا

رَبَّهُ کے معنی میں اور تخلیق ذات کے بیان میں جو تمام نسبتوں اور اعتباروں سے بلند ہے۔ اور آیت کہ

اللَّهُ تَوْحِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کے تاویلی معنیوں اور اس لیے مناسب بیان میں مع ان سوالات جواباً

کے جو اس مقام کی توضیح کے متعلق ہیں۔ اور مع تنبیہات کے جو اس مطلب کی تلخیص کے لائق ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خداوند پرچون کی حمد اور پیغمبر ہمنما کے درود کے بعد میرے فرزند کو معلوم ہو کہ حق سبحانہ کی حقیقت وجود

محض ہے کہ اور کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے۔ اور وہ وجود تعالیٰ ہر چیز و کمال کا منشا اور ہر شے

جمال کا مبداء ہے۔ اور جزئی حقیقی اور بسیط ہے جس کی طرف ترکیب کو ہرگز راہ نہیں ہے نہ ذہنی طور پر

نہ خارجی طور پر۔ اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا تصور میں آنا محال ہے۔ اور وجود ذات تعالیٰ پر اندر

باقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سے جاتے اور فاتحہ شریف پڑھتے اور خلفائے راشدین علیہم السلام اَلْکَلَامُ بِاللَّغَةِ الْفَرَسِيَّةِ

مواطات کے محمول ہے نہ از روئے اشتقاق کے۔ اگرچہ حمل کی نسبت کو بھی اس مقام میں فی الحقیقت کچھ گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ تمام نسبتیں وہاں ساقط ہو گئی ہوں گی اور وہ وجود جو عام و مشترک ہے۔ وہ اس وجود خاص کے ظہور میں سے ایک نمل ہے۔ اور یہ نمل ذات تعالیٰ و لغت اس پر محمول ہے۔ اور اشیاء پر تشکیک کے طور پر از روئے اشتقاق کے نہ از روئے مواطات کے۔ اور اس نمل سے مراد تنزلات کے مرتبوں میں حضرت وجود تعالیٰ و تقدس کا ظہور ہے۔ اور اس نمل کے افراد میں سے اولیٰ و اقدم و اخرف وہ فرد ہے جو ذات تعالیٰ پر از روئے اشتقاق کے محمول ہے۔ پس اصالت کے ہر مرتبہ میں اللہ تعالیٰ دَجُود کہہ سکتے ہیں، نہ کہ اللہ تعالیٰ مَوْجُود۔ اور اس نمل کے مرتبہ میں اللہ تعالیٰ مَوْجُود صادق ہے نہ اللہ تعالیٰ دَجُود۔ اور چونکہ مکمل اور صوفیہ کے ایک گروہ نے جو وجود کی غنیت کے قابل ہیں اور اس فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے۔ اور نمل کو اصل سے جدا نہیں کیا۔ حمل اشتقاق اور حمل مواطات دونوں کو ایک ہی مرتبہ میں ثابت کیا ہے۔ اور حمل اشتقاق کے صحیح کرنے میں بے جا تکلف اور حیلہ کے محتاج ہوئے ہیں۔ اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے الہام سے ثابت و تحقیق کیا ہے۔ اور یہ اصالت و ظلیت تمام حقیقی صفات کی اصالت و ظلیت کی طرح ہے۔ کیونکہ ہر مرتبہ اصالت میں جو اجمال اور غیب الغیب کا مقام ہے۔ ان صفات کا حمل کرنا مواطات کے طریق پر ہے نہ اشتقاق کے طریق پر۔ پس اللہ تعالیٰ عَلَم کہہ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عَالِم کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ حمل اشتقاق میں منازت کا ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ بالاعتبار ہی ہو۔ اور وہ یہاں بالکل مفقود ہے کیونکہ منازت ظلیت کے مرتبوں میں حمل ہے۔ اور اس جگہ کوئی ظلیت نہیں۔ کیونکہ وہ یقیناً اول سے کئی درجے بزرگ ہے۔ اس لیے کہ نسبتیں اس یقین میں اجمالی طور پر ملحوظ ہیں اور اس مقام میں اشیاء میں سے کسی شے کا کسی طرح کا ملاحظہ نہیں ہے اور مرتبہ نمل میں جو اس اجمال کی تفصیل ہے۔ حمل اشتقاق صادق ہے نہ حمل مواطات۔ لیکن ان صفات کی عینیت اس مرتبہ میں وجود تعالیٰ کی عینیت کی فرع ہے جو ہر خیر و کمال کا مبدء اور حسن و جمال کا منشاء ہے۔ اور اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں جس جگہ وجود کی عینیت کی نفی کی ہے۔ اس سے وجود علیٰ مراد رکھنا چاہیے۔ جو حمل اشتقاق کا صحیح کرنے والا ہے اور یہ وجود ظلی بھی آثار خارجیہ کا مبدء ہے پس وہ مائتیں جو مراتب موجودات میں سے ہر مرتبہ میں اس وجود کے ساتھ متصف ہوں خارجیہ ہوں گی

كَأَنَّهُمْ لَا تَأْتِيهِمْ مَوَاقِعُ كَيْفِيَّةٍ مِنَ الْمَوَاقِعِ

پس سمجھ لے کیونکہ یہ بہت جگہ تجھے نفع دے گا

پس صفات حقیقیہ بھی موجودات خارجیہ ہوگی اور ممکنات بھی خارج میں موجود ہوں گی۔

اسے فرزند! اس پوشیدہ سرگوشی کہ کمالات ذاتیہ حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں حضرت ذات کا

عین ہیں۔ مثلاً علم کی صفت اس مقام میں حضرت ذات کا عین ہے۔ اور ایسے ہی قدرت اور ارادہ اور تمام صفات کا مال ہے۔ اور نیز اس مقام میں حضرت ذات تمامہ علم ہے اور ایسے ہی تمامہ قدرت ہے نیز کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت۔ کیونکہ وہاں بعض ہونا اور جزو بننا محال ہے اور ان کمالات نے جو گویا حضرت ذات سے متنزع اور الگ ہیں۔ حضرت علم کے مرتبہ میں تفصیل پائی ہے اور تمیز پیدا کی ہے۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس اپنی وحدانیت کی اسی اجمالی صرافت پر باقی ہے بعد ازاں اس مقام میں کوئی ایسی چیز نہیں رہی جو اس تفصیل میں داخل نہ ہوئی ہو۔ اور تمیز نہ ہوئی ہو۔ بلکہ تمام وہ کمالات جن میں سے ہر ایک ذات تعالیٰ کا عین ہے مرتبہ علم میں آگئی ہیں۔ اور ان مفصلہ کمالات نے دوسرے مرتبہ میں وجود خلقی پیدا کر کے صفات نام حاصل کیا ہے۔ اور حضرت ذات کے ساتھ جو ان کا اصل ہے قیام پیدا کیا ہے۔ اور ایمان ثابتہ صاحب نصوص علیہ الرحمۃ کے نزدیک انہی مفصلہ کمالات سے مراد ہے۔ جنہوں نے خانہ علم میں وجود علمی حاصل کیا ہے۔ اور فقیر کے نزدیک ممکنات کی حقائق عدم محض ہیں۔ جو جمع ان کمالات کے جو ان میں منعکس ہوئے ہیں۔ ہر شر و نقص کا مبدوء و ماولے ہیں۔

یہ بات تفصیل چاہتی ہے گوش ہوش سے سُننا چاہیے۔ خدا تجھے ہدایت دے۔

جان لے کہ عدم وجود کے مقابل ہے اور اس کی نفیض ہے۔ پس عدم بالذات ہر شر و نقص کا منشا بلکہ ہر شر و فساد کا عین ہوگا۔ جس نے وجود مرتبہ اجمال میں ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اور جس طرح حضرت وجود اصل الاصل مقام میں ذات تعالیٰ پر اشتقاق کے طریق پر محمول نہیں ہے اسی طرح عدم بھی جو اس وجود کے مقابل ہے ماہیت عدم پر اشتقاق کے طریق پر محمول نہیں ہے۔ اس مرتبہ میں اس ماہیت کو معدوم نہیں کر سکتے بلکہ وہ عدم محض ہے۔ اور تفصیل علمی کے مرتبہ میں کہ جس کے ساتھ ماہیت عدم نے تعلق پایا ہے اس ماہیت کی جزئیات عدم سے متصف جو باقی ہیں اور اصل اشتقاق ان میں درست آتا ہے۔ اور عدم کا مفہوم کہ گویا اس اجمالیہ عدم پر ماہیت سے متنزع اور الگ ہے اور اس ماہیت عدم کے لیے نخل کی مانند ہے۔ اس ماہیت عدم کے تمام مفصلہ افراد پر اشتقاق کے طریق پر حاصل پاتا ہے۔ جیسے کہ آگے آئے گا اور چونکہ وہ عدم مرتبہ اجمال شر و فساد کا عین تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر شر و دوسرے شر سے جدا اور ہر فساد و دوسرے فساد سے الگ ہو گیا۔ جیسے کہ وجود کی جانب میں اجمال کے مرتبہ میں حضرت وجود ہر خیر و کمال کا عین تھا۔ اور تفصیل علمی کے مرتبہ میں ہر کمال سے الگ اور ہر خیر و دوسرے خیر سے جدا ہو گیا۔ پس ان وجودیہ کمالات میں سے ہر ایک کمال ان نقائص عدم میں سے ہر ایک نقص میں جو اس کے مقابل ہے، خانہ علم میں منعکس ہوا ہے اور ایک دوسرے کی علیحدہ صورتیں باہم مل جل گئی ہیں۔ اور وہ علامات جو شر و نقائص

سے مراد ہیں بمع اُن کمالات منعکسہ کے ممکنات کی ماہیتیں ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وہ عدایات ان ماہیتوں کے اصول و مواد ہیں۔ اور وہ کمالات ان میں حلول کی جوئی صورتوں کی مانند ہیں۔

پس ایمانِ ثابتہ اس فقیر کے نزدیک ان عدایات اور کمالات سے مراد ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل جاتے ہیں۔ اور جب قاعدہ مختار جل شانہ نے چاہا ان مدیہ ماہیات کو بمع اُن کے لوازم اور وجوہ ظلال کے کمالات کے جو ان میں حضرت علم میں منعکس ہو کر ممکنات کی ماہیات نام پایا ہے۔ اس وجودِ ظلی کے رنگ میں کہ موجودات خارجیہ بنایا اور آثار خارجیہ کا مبدؤ کر دیا۔

جاننا چاہیے کہ صورتِ علیہ کا جو ممکنات کے ایمانِ ثابتہ اور ان کی ماہیات سے مراد ہیں۔ رنگ دار کرنا ان معنوں میں نہیں ہے کہ صورتِ علیہ نے خانہ علم سے نکل کر وجود خارجی پیدا کیا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے اور جہل کو مستلزم ہے۔

تَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

بلکہ ان معنوں میں ہے کہ ممکنات نے خارج میں ان صورتِ علیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے اور وجودِ علی کے مطابق اس وجودِ علی کے موافق وجود خارجی حاصل کیا ہے۔ جیسے کہ اگر گہرِ نجار تخت کی صورت کو ذہن میں تصور کر کے خارج میں اس کا اختراع کرتا ہے۔ اس صورت میں تخت کی وہ ذہنیہ صورت جو حقیقت میں اس تخت کی ماہیت ہے۔ اس نجار کے خانہ علم سے باہر نہیں نکلی۔ بلکہ خارج میں اس تخت نے اس صورت ذہنیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے، فافهم۔

جاننا چاہیے کہ ہر عدم نے کمالات وجودیہ کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ جو اس کے مقابل ہے اور اس میں منعکس اور منعکس ہے۔ خارج میں وجود ذہنی پیدا کیا ہے۔ بخلاف عدم صرف کے کہ وہ ان ظلال سے متاثر نہیں ہوا۔ اور ان کا رنگ نہیں پکڑا۔ اور وہ کیسے رنگ پکڑے جب کہ وہ ان ظلال کے مقابل نہیں ہے۔ اگر مقابلہ رکھتا ہے تو حضرت وجود سے صرف رکھتا ہے۔

پس عارفِ تامم العرف جب حضرت وجود سے ترقی کر کے عدم صرف کے مقام میں نزول کرتا ہے تو اس کے وسیلہ سے یہ عدم بھی اس حضرت سے انصباغ پیدا کر کے مزین و متعین ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس عارف کے تمام عدم کے مراتب نے جوئی الحقیقت اس کی تمام اجمالی اور تفصیلی مراتب ذاتیہ ہیں۔ حسن و خیریت پیدا کی ہے۔ اور کمال حاصل کیا ہے۔ اور یہ خیریت جو تمام ذاتیہ میں سرایت کرتی ہے اس قسم کے عارف سے مخصوص ہے۔ اور اس کے غیر کے لیے اگر خیریت نے سرایت کی ہے۔ تو وہ اس کے اعلام ذاتیہ کے بعض تفصیلیہ مراتب تک ہی منحصر ہے۔ بالمحافظ اختلاف درجات کے اس کے تمام تفصیلی مراتب میں پھیل جاتا

ہے۔ اور قیسم اخیر بھی نادر الوجود ہے۔ لیکن عدم کے مرتبہ اجمال میں جو شر و نقص کا عین ہے اس عارف کے سوا اور کسی نے غیریت کی بُنیں پائی اور نہ ہی حسن کا کوئی رنگ پیدا کیا ہے۔

پس ناچار ایسے عارف کا جو غیریت نام سے تصف ہے شیطان بھی حسن اسلام پیدا کر لیتا ہے اور اس کا نفس امارہ مطمئن ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سید المرسلین علیہ السلام و آلہ وسلم و التسلیمات نے فرمایا ہے کہ:

أَمْسِكْ شَيْطَانِي - میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

پس کوئی غازی غزا میں اس سے سبقت نہیں کرتا۔ اور شیطان جیسے کو خیر کی طرف الٹ نہیں کرتا۔

نُحْمَانُ الشَّيْطَانِ وہ عارف جو اس فقیر حقیر سے بے ارادہ و بے تکلف ظاہر ہو رہے ہیں۔ اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر ان کی تصویر میں کوشش کریں تو معلوم نہیں کہ میسر ہو سکے۔ فقیر کا یقین ہے کہ ان عارف کا بہت ساحقہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ کے نصیب ہو گا۔

اگر پادشاہ برادر پیر زن
بیاید تو اے خواہر شہت کمن

اگر بادشاہ برصیا کے دروازے پر آجائے تو اے خواہر تو حسد سے ای کی تو پناہی دارھی نہ نو

قَتَبَا سِرَاقَ اللَّهِ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ • پس کیا ہی بزرگ اور بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جو بہتر
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ • پیدا کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو تمام جہاں
کا پالنے والا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ذوات ممکنات عداوت میں کہ جو دی کلمات کے غلال نے ان میں منکس ہو کر ان کو مزین کر دیا ہے۔ پس ناچار ممکنات بالذات بر شر و فساد کا ماوئے اور ہر شر و نقص کی جائے پناہ ہوئیں۔ اور ہر خیر و کمال جہاں میں آراستہ اور پرورشیدہ فرمایا ہے وہ عاریتی ہے جو حضرت وجود سے جو خیر محض ہے غائز نہ ہوا ہے:

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا
صَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ - جو تجھے بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور
جو تجھے بلائی پہنچے وہ تیرے نفس سے ہے۔

۱۵ سلم شریف بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

۱۶ پارہ ۵۱ - سورۃ النساء - ۱۲

اس مضمون کی شاہد ہے۔ اور جب خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ وید غلبہ پاماتی ہے۔ اور اپنے کمالات کو ٹھیک اسی طرف دیکھتا ہے۔ تو اپنے آپ کو شرمض معلوم کرتا ہے اور فاعل نقص جانتا ہے۔ اور کوئی کمال اپنے آپ میں مشاہدہ نہیں کرتا۔ اگرچہ انکاس کے طریق پر ہو۔ اُس شخص کی طرح جو کزننگا ہو اور اُس نے عاریت کا لباس پہنا ہو۔ اور یہ وید عاریت اس پر اس قدر غالب آجائے کہ وہ اپنے خیال میں اپنا سارا لباس اس لباس کے مالک کا سمجھے۔ تو بالفرض وہ شخص اپنے آپ کو ذوق میں ٹنگا معلوم کرے گا۔ اگرچہ عاریت در بیان واسطہ ہے اس وید کا صاحب مقام عبودیت سے شرف ہوتا ہے جو تمام کمالات ولایت سے برتر ہے۔

تنبیہ یہ بخیر و شر اور نقص و کمال کا اجتماع جو در حقیقت وجود و عدم کا اجتماع ہے۔ جمیع نقیضین کی قسم ہے کہ تو اس کو محال جانے کیونکہ وجود صرف کی نقیض عدم صرف ہے۔ اور ان ظلی مراتب نے جس طرح وجود کی جانب میں اصل کی بلندی سے منزلات کی پستی میں نزول فرمایا ہے۔ اسی طرح عدم کی جانب میں بھی ان ظلی مراتب نے عدم صرف کی پستی سے اُپر کی طرف عروج کیا ہے۔ ان کا اجتماع عناصر متضادہ کے اجتماع کی طرح ہے کہ ہر ایک کے ضد غلبہ و تیزی کو توڑ کر ان کو جمع فرمایا ہے :

قَسْبَعَانِ مِّنْ جَمْعٍ بَيْنَ الْفُضْمَةِ
پس پاک ہے وہ فوات جس نے اندر سے اور
وَالشُّوْرِ - نور کو جمع کر دیا۔

اگر کہا جائے کہ تو نے اوپر، عدم صرف کے لیے بھی وجود صرف کے ساتھ جو اس کی ضد ہے منسب اور رنگ دار ہونے کا حکم کیا ہے۔ پس اجتماع نقیضین پیدا ہوا۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ دو نقیضوں کا جمع ہونا ایک محل میں محال ہے لیکن ایک نقیض کا دوسرے نقیض کے ساتھ قیام کرنا اور ایک دوسرے سے منصف ہونا محال نہیں ہے جیسے کہ معقول والوں نے کہا ہے کہ وجود کے کو جو مدوم ہے اور وجود کا عدم کے ساتھ منصف ہونا محال نہیں ہے پس اگر عدم موجود ہو۔ اور وجود کے ساتھ رنگا جائے۔ تو کیوں محال ہوگا تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ عدم کے مفہوم کو معقولات ثانیہ سے کہا ہے۔ لیکن اگر عدم کے افراد میں سے کوئی فرد وجود کے نصف ہو جائے تو کیا نساو ہے۔ جس طرح معقول والوں نے وجود کے بارہ میں اشکال کے طریق پر کہا ہے کہ وجود کو چاہیے کہ واجب الوجود تعالیٰ کی ذات کا عین نہ ہو کیوں کہ وجود معقولات ثانیہ سے ہے جو وجود خارجی نہیں رکھتا۔ اور واجب الوجود کی ذات خارج میں موجود ہے پس میں نہ ہوگا اور اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ وجود کا مفہوم معقولات ثانیہ سے ہے نہ کہ اس کی جزئیات۔ پس اس کی جزئیات میں سے جزئی وجود خارجی کے منافی نہ ہوگی۔ اور ہو سکتا ہے کہ خارج میں موجود ہو۔

سوال :

پہلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ صفات حقیقہ کا وجود ظلال کے مرتبوں میں ہے اور مرتبہ اصل میں ان کا کوئی جزو حاصل نہیں ہے۔ یہ بات اہل حق شکر اللہ تعالیٰ تعظیم کی رائے کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ صفات کو کسی وقت ذات مقدس سے جدا نہیں جانتے اور متنع الافکار کا، یعنی ان کا ذات سے جدا ہونا محال تصور کرتے ہیں۔

جواب :- اس کا یہ ہے کہ اس بیان سے انفکاک کا جواز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ بظن اس اصل کے لازم ہے۔ پس انفکاک نہ رہا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ عارف جس کی توجہ کا قبلہ احدیت ذات ہے۔ اور اسما و صفات میں سے کچھ اُس کے مد نظر نہیں ہے۔ اس مقام میں ذات تعالیٰ ہی کو پاتا ہے۔ اور صفات سے کچھ ملحوظ نہیں ہوتا نہ یہ کہ صفات اس وقت حاصل نہیں ہیں۔ پس حضرت ذات تعالیٰ و تقدس سے صفات کا الگ ہونا ہی عارف سے ملاحظہ کے اعتبار سے ثابت ہوا۔ اور نہ ہی حقیقت امر کے اعتبار سے تاکہ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہو۔ ناختم

اس بیان سے :

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے رب کو پہچان لیا
کے معنی بھی ظاہر ہو گئے۔ کیوں کہ جس نے اپنی حقیقت کو شرارت و نقص کے ساتھ پہچان لیا۔ اور جان لیا کہ ہر خیر و کمال جو اس میں پوشیدہ کیا گیا ہے۔ وہ حضرت واجب الوجود کی طرف سے عاریت کے طور پر ہے۔ پس وہ ضرور ہی حق سبحانہ کو خیر و کمال و حسن و جمال سے پہچان لے گا۔ اس تحقیقات سے آیت کریمہ **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** کے تاویلی معنی بھی واضح ہو گئے۔ کیونکہ جب ظاہر ہو چکا کہ ممکنات سب کے سب عبادات ہیں۔ جو سر اسر ظلمت و شرارت ہیں۔ اور ان میں خیر و کمال اور حسن و جمال حضرت وجود کی طرح ہے جو نفس ذات تعالیٰ ہے اور ہر خیر و کمال اور حسن و جمال کا مین ہے۔ تو بالضرور آسمانوں اور زمینوں کا نور حضرت وجود ہی ہو گا جو واجب تعالیٰ و تقدس کی حقیقت ہے اور چونکہ یہ نور آسمانوں اور زمین میں ظلال کے واسطے سے ہے اس لیے ان وہم کرنے والوں کے وہم کو دور کرنے کے لیے جو ہوا سلجھتے ہیں۔ اس نور کے لیے مثال بیان کی اور اس طرح فرمایا :

۱۔ سمانی فرماتے ہیں یہ بیکلی بن ماذرازی رحمہ اللہ عنہ کا قول ہے ابن حجر نے کہا یہ حضرت کا کلام ہے۔ لیکن کتاب ماری میں ہے کہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور کا ارشاد بیان فرمایا ہے۔

مثل نورها كمشكاة فيها مضياء واليضياء في زجاجه.

الی آخر الآیۃ الکریمہ تاکہ واسطوں کا ثبوت ہو جائے۔ اور اس آیت کریمہ کے تاویلی معنی مفصل طور پر ان شاء اللہ تعالیٰ کسی اور جگہ پر لکھے جائیں گے کیونکہ اس میں سخن کی بہت مجال ہے۔ اور یہ مکتوب اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ آیت کریمہ کے یہ تاویلی معنی ہیں۔ اس لیے کہا ہے کہ تفسیری معنی نقل و سماع پر مشروط ہیں :

مَنْ يَسْتَرْ النِّقْرَانَ بِوَأَيْدِهِ فَقَدْ كَفَرَ - جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہوگا۔

تم نے سنا ہوگا۔ اور تاویل میں صرف احتمال کافی ہے۔ بشرطیکہ کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو۔ پس ثابت ہو کہ ممکنات کے فوات و اصول و عداوت ہیں۔ اور ان کی ناقص اور دخل صفات ان عداوت کی مقتضی ہیں جو تا دور مختار جل سلطانہ کے ایجاد سے وجود میں آئی ہیں۔ اور صفات کاملہ ان میں حضرت دجود تعالیٰ کے کمالات کے ظل سے عاریت کے طور پر ہیں جو انعکاس کے طریق پر ظہور پا کر تا دور مختار جل شانہ کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں۔ اور اشیا کے حسن و قبح کا مصداق یہ ہے کہ جو چیز آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لیے ذریعہ و وسیلہ ہے۔ وہ حسن ہے اگرچہ بظاہر اچھی دکھائی نہ دے۔ اور جو چیز دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لیے وسیلہ و ذریعہ ہے وہ قبح ہے اگرچہ بظاہر حسن و خوب دکھائی دے۔ اور عداوت و طرادت سے ظاہر ہو۔ دنیا کی مضر نفات یعنی بے ہودہ و زیر بنی زینت کا یہی حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التوحید میں ائمہ و اولیاء یعنی بے ریشیوں اور بیگانی حور قوں کے حسن اور دنیاوی زیر بنی زینت کی طرف رغبت و خواہش سے نظر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ حسن و طرادت مقتضیات عدم سے ہے جو ہر شے کا حاصل ہے۔ اور اگر حسن و جمال کا منشا کمالات وجودیہ ہوتے تو اس سے منع نہ فرماتے۔ مگر اس سبب سے کہ اصل کے ہوتے ظل کی طرف توجہ کرنا بُرا ہے۔ یہ منع منع استحسانی ہے۔ نہ وجوبی برضلات پہلی منع کے پس وہ حسن جو دنیا کے مظاہر جمیلہ میں ظاہر ہے۔ وہ اس فوات تنائی کے حسن فلال سے منہ پر ہے

۱۵ سورہ نور، پارہ ۱۸۔

۵۷ اس مضمون کی امادیت ترقی، البدوافد، منذ الغردوس روایت حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما میں موجود ہے

۳۵ روزاتر سے تامل کی ہندوئیہ والی غلام آباد بلکہ میلہ الرجال والیہ یکن جیسے افسر حکم الرجال والیہ کان صیدیا

فحکم حکم النساء و هو عورة من ثوب الى قدومه لا يحل النقل الى غير شهوة " یعنی جو جب مردوں کے مقام کو پہنچ جائے اور بصورتِ عورت نہ ہو تو اس کا سر مرد کا ہے اور اگر بیچ اور خلیصوت ہو تو وہ عورتوں کے سر میں ہے اور سر سے لکر پاؤں تک اس کے کسی بھی حصہ کو کثورت سے نہ

بلکہ لازم عدم سے ہے جس نے حسن کی مجاورت کے باعث ظاہر میں حسن پیدا کر لیا ہے اور حقیقت میں قبیح و ناقص ہے۔ جس طرح زہر کو شکر کے خلاف میں رکھیں۔ اور نجاست کو زہر سے منہ حصیں۔ اور یہ جو منکر و غیر بصورت عورتوں اور لونڈیوں سے قبیح حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ اولاد کے حاصل کرنے اور نسل کے باقی رکھنے کے لیے ہے جو انتظام عالم کے باقی رکھنے کے لیے مطلوب ہے۔

پس بعض صوفیہ جو ظاہر جمیلہ اور عمدہ عمدہ نعموں میں اس خیال سے گرفتار ہیں کہ یہ حسن و جمال حضرت واجب الزینہ تنائی کے کمالات سے مستعار ہے جو ان ظاہر میں ظاہر ہو رہے۔ اور اس گرفتاری اور غفلت کو نیک اور بہتر سمجھتے ہیں۔ بلکہ راہ وصول تصور کرتے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک ان کے برخلاف صادق و ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ اس قسم کا تصور اس مضمون اور پر مذکور ہو چکا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں سے بعض اپنے مطلب کے لیے اس قول کو بطور سند پیش کرتے ہیں، جو کہا گیا ہے کہ:

رَأَيْتُكُمْ وَالْمَرَدَّ فَإِنَّ فِيهِمْ كَلُونَ
اللہ تعالیٰ کے ننگ کی طرح۔

کلمہ کَلُونَ اللہ تعالیٰ ان کو شبہ میں ڈال دیتا ہے اور نہیں جانتے کہ یہ قول ان کی طلب کے منافی ہے اور اس فقیر کی معرفت کی تائید کرتا ہے کیونکہ کلمہ تنذیر لایا گیا ہے جس سے ان کی طرف توجہ کرنے سے ان کو منع کیا گیا ہے۔ اور اس غلط فہمی کا منشا بیان فرمایا ہے کہ ان کا حسن حتیٰ سمانہ کے حسن و جمال کے مشابہ اور ماخذ ہے ذکر مینہ اس کا حسن۔ تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائیں۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

مَا الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ إِلَّا كَأَهْمَتَانِ إِنَّ رَحِيْبَتَهُ
دُنْيَا دُرِّ الْآخِرَةِ دُرٌّ كُنْزِيْنَ هِيَ دُنْيَا دُرِّ الْآخِرَةِ دُرٌّ كُنْزِيْنَ

اس حدیث میں بھی اس امر کی تصریح ہے کہ دنیا و آخرت کا حسن و جمال ایک دوسرے کا نقیض اور ضد ہے اور مقرر ہے کہ دنیاوی حسن ناپسند ہے اور حسنِ اخروی پسند۔ پس شر دنیاوی حسن کے لازم ہوگا۔ اور خیر حسنِ آخرت کے لازم۔ پس ناچار اول کا منشا عدم ہوگا اور دوسرے کا منشا وجود۔ ہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایک وجہ سے دنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ایک وجہ سے آخرت کے ساتھ یہ اسٹیپا پہلی وجہ کے لحاظ سے قبیح ہیں۔ اور دوسری وجہ کے اعتبار سے حسن۔ اور ان ہر دو وجہ کے درمیان اور ہر ایک کے حسن و قبیح کے درمیان تمیز کرنا علم شریعت پر موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا
جو کچھ رسول تمہارے پاس لائے اس کو لے لو۔ اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب دنیا پیدا ہوئی ہے حضرت حق سبحانہ نے اس پر نظر نہیں کی اور اس پر حق تعالیٰ کا غضب ہے۔

یہ سب کچھ اس کی قباحت اور شرارت اور فساد کے باعث ہے جو عدم کے مقننیت سے ہے۔ جو ہر شر و فساد کا ماویٰ ہے۔ دنیاوی حسن و جمال اور اس کی حلاوت و عظمت رستہ میں پھینکے ہوئے کوڑے کرکٹ کی طرح ہیں۔ اور منظور نظر نہیں ہیں۔ وہ آخرت کا جمال ہی ہے، جو نظر کے لائق اور حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دنیا داروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :

يُورِثُ قُلُوبًا عَاجِزَةً لِّلْغَيْبِ مَا يَبْهَتُونَ فِيهِ
وہ دنیا کا مال واسباب چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔

اللَّهُمَّ صَغِيرِ الدُّنْيَا يَا عِزِّينَا وَكَثِيرِ
الْآخِرَةِ فِي تِلْكَ بَنَاتِ الْغُيُوتِ قَدْ افْتَعَرَ بِلَافِقْفَرٍ
وَيَجْعَلُ بَيْنَ الْغِنَى عَلَيْهِ وَعَلَى آيَةِ الْمَلَكُوتِ
أَنفَهَا وَأَكْمَلَهَا۔
یا اللہ تو دنیا کو ہماری آنکھوں میں حقیر کر دے اور آخرت کو ہمارے دلوں میں بزرگ بنا اس رسول کی طفیل جس نے فقر کے ساتھ فقر کیا۔ اور دولت دنیا سے الگ رہا اُس پر اُس کی اکل پرانہ و اکل صلاۃ و سلام

اور جو کچھ شیخ اہل شیخ محمد الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شرارت اور نقص اور فساد کی حقیقت پر نظر نہیں ڈالی۔ اور ممکنات کے حقائق کو حق جل و علا کی علیہ صورتیں مقرر کی ہیں۔ کیونکہ ان کی صورتوں نے حضرت تعالیٰ و تقدس کے آئینہ میں کہ خاموشی میں اس کے سوا کچھ موجود نہیں جانتا۔ انوکھا پس پردہ کے خارجی نمود و ظہور حاصل کیا ہے۔ اور ان علیہ صورتوں کو واجب تعالیٰ کی صفات اور شیعوں کی صورتوں کے غیر نہیں سمجھا ہے اس لیے وحدت وجود کا حکم کیا ہے۔ اور ممکنات کے وجود کو واجب تعالیٰ و تقدس کے وجود کا عین کہا ہے اور شر و نقص کو اضافی اور نسبی کہ شرارت مطلق اور نقص محض کی نفی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی چیز کو فی نفسہ قبیح نہیں جانتا جتنی کہ کفر و فسق و ایمان و ہدایت کی نسبت برا جانتا ہے نہ اپنی ذات کی نسبت سے کہ اس کو عین صلاح و خیر سمجھتا ہے۔ اور اباب کفر کی نسبت ان کے لیے استقامت کا حکم کرتا ہے۔ اور آیت کریمہ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا أَتَتْهُ آيَاتُنَا صَاحِبَتُهَا کوئی زمین پر چلنے والا نہیں جس کو وہ اس کی میثاقی سے

اِنَّ رَبِّيْ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرٌ
 پڑنے والا نہیں ہے۔ بیشک ہر امر اور مقدر پر ہے
 کو ان معنی پر شاہد ملا ہے۔ ہاں جو کوئی وحدت وجود کے سوا حکم نہ پائے۔ وہ اس قسم کی باتوں سے کیوں
 کنارہ کرے۔

اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ممکنات کی باتیں مع اُن کے کمال است وجود یہ ہے جو
 ان میں منکس ہو کر ان سے مل گئی ہیں، عداوت ہیں جیسے کہ مفصل طور پر گزر چکا:
 مَا لِلّٰهِ سُبْحَانَا يُحَيِّتُ الْوَحْدَ هُوَ
 اللہ تعالیٰ ہی حق ظاہر کرتا اور وہی راہ راست کی
 ہدایت دیتا ہے۔
 يَقْدِرُ السَّيْلُ۔

اسے فرزند! یہ علوم و معارف جن کی نسبت کسی اہل اللہ نے نہ ہی صراحت سے اور نہ ہی اشارہ سے
 گفتگو کی ہے۔ بڑے اعلیٰ معارف اور اکمل علوم ہیں جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں اور واجب
 ثنائی و ممکنات کی حقیقت کو جیسے کہ ممکن اور لائق ہے، بیان فرمایا۔ اور جو نہ ہی کتاب سنت کی مخالفت
 رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی اہل حق کے اقوال کے مخالف ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دعا میں جو آپ نے گویا تسلیم کے لیے فرمائی ہے
 اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَّ رَأْيِكَ الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ
 یا اللہ تو اشیاء کی حقیقتیں کا حق دکھا۔

حقائق سے مراد یہی حقائق ہیں جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ اور جو کہ مقام عبودیت کے مناسب
 ہیں۔ اور جو کہ نقص و ذلت و انکسار پر جو زندگی کے حال کے مناسب ہے دلالت کرتی ہیں۔ بندہ عاجز ہو
 اپنے آپ کو اپنے مولائے قادر کا عین جانے، کمال بے ادبی ہے۔

اسے فرزند! یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی امتوں میں سے ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے وقت
 میں اَوَّلُ الْعِزِّ پیغمبر مبعوث ہوتا تھا۔ اور نہی شریعت کو زندہ کرتا تھا۔ اور اس امت میں جو خیر الامم ہے اور
 اس امت کا پیغمبر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا
 ہے۔ اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد
 اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے
 بعد جو کہ اَوَّلُ الْعِزِّ پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور ہر پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی

لے اس روایت کو امام غزالی نے ملحق مضمون اور حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں ذکر کیا ہے۔
 ۱۔ بخاری شریف میں ہے العلماء و رثة الانبياء اور فتوحات کے میں ہے ان علماء و هذه الامة كانبياهم في الدنيا
 ۲۔ اہوداؤد شریف روایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مشکوٰۃ۔ ۱۳

طرح اس وقت ایک تا تم المعرفة عالم و عارف درکار ہے جو گزشتہ استوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید

دیگران نیز کنند آنچه سیمای کرد!

روح القدس کا فیض اگر اب بھی مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کرتے تھے

اسے فرزند! وجود صرف عدم صرف کے مقابل ہے۔ اور اوپر گزر چکا کہ وجود صرف واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی حقیقت اور ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اگرچہ یہ عنایت بھی خواہ اجمال کے طور پر ہی ہو اس مقام میں گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ ظلیت کی آمیزش رکھتی ہے۔ اور عدم جو صرف اس وجود کے مقابل ہے وہ عدم ہے۔ جن کی طرف کسی نسبت اور اضافت نے راہ نہیں پایا۔ اور وہ ہر شرف و نقص کا عین ہے۔ اگرچہ یہ عنایت بھی وہاں گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ اضافت کی بُر رکھتی ہے۔

اور معلوم ہے کہ کسی شے کا ظہور پورے طور پر اس شے کے حقیقی مقابل میں ظاہر ہوتا ہے:

وَيُصَدِّقُهَا تَبَيُّنُ الْأَشْيَاءِ
اشیاء اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔

پس بالضرور وجود صرف کا ظہور پورے طور پر عدم صرف کے آئینہ میں حاصل ہوگا۔ اور مقرر ہے کہ نزول عروج کے اندازہ سے ہے۔ پس جس کا عروج اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وجود صرف تک ثابت ہو۔ ناچار اس کا نزول عدم صرف میں ہوگا۔ جو اس کے مقابل ہے۔ لیکن عروج کے وقت وہاں عارف کا استہلاک ہے جس کو جمل لازم ہے۔ اور نزول کے وقت محو سے تحقق ہے جو علم و معرفت کا مقام ہے۔ اس وقت اس کے محو کو اس تجلی ذاتی سے جو ظلیت کی آمیزش سے منزہ اور خائے شیون و اعتبارات کے ملاحظہ سے مبرا ہے شرف کہتے ہیں۔ اور اس کو جنت لادیتے ہیں کہ اس سے پہلے جو تجلی ماضی ہوتی تھی۔ وہ اسما و صفات و شیون و اعتبارات کے ظلال میں کسی نخل کے پردہ میں تھی۔ اگرچہ عارف اس کو اسما و شیون کے ملاحظہ کے بغیر جانتا ہے۔ اور حضرت وجود صرف کی تجلی گنتا ہے۔ سبحان اللہ! اس عدم نے جو ہر شرف و نقص کا ماویٰ ہے۔ حضرت وجود تعالیٰ کے ظہور تام کے باعث حسن کے معنی پیدا کیے۔ اور وہ کچھ پایا جو کسی نے نہ پایا۔ اور جو فی نفسہ قبیح تھا۔ حسن ماضی کے سبب تسک ہو گیا۔ نفس امارۃ انسانی جو بالذات شرارت کی طرف مائل ہے۔ اس عدم کے ساتھ سبب زیادہ کامل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی واسطے تجلی فاضل میں سب سے فائق ہو گیا۔ اور سب پر ترقی پا گیا

کہ مستحق کرامت گندگار اند

جاننا چاہیے کہ تمام المعارف عارف جب عروج کے مقامات اور نزول کے مراتب کو مفصل طور پر طے کرنے کے بعد عدم صرف میں نزول فرمائے گا اور حضرت وجود کی آئینہ داری کرے گا۔ تو اس وقت تک اسمائی و صفائی کمالات اس میں نمود پائیں گے۔ اور مفصل طور پر سب کو ایسے لطائف کے ساتھ ظاہر کرے گا کہ مقام اجمال جن کا متضمن ہے اور یہ دولت اس کے سوا کسی دوسرے کو متصور نہیں ہے اور یہ آئینہ داری ایک قیمتی لباس ہے جو اس کے قدر پرستیا ہوا ہے۔ اس تفصیل نے اگرچہ حضرت علم کے خزینہ میں صورت حاصل کی ہے۔ لیکن وہ آئینہ داری مرتبہ علم میں ہے۔ اور اس عارف کا آئینہ مرتبہ خارج میں ہے جس نے خارج میں تمام کمالات کو ظاہر کیا ہے۔

سوال :- مرآتیت عدم کے کیا معنی ہیں۔ اور عدم کو جو لاشے محض ہے کس اعتبار سے وجود کا آئینہ کہا ہے ؟

جواب :- عدم باعتبار خارج کے لاشے محض ہے۔ لیکن اس نے علم میں امتیاز پیدا کی ہے بلکہ وجود ذہنی کے ثابت کرنے والوں کے نزدیک اس نے وجود علمی بھی حاصل کیا ہے۔ اور اس کو وجود کا آئینہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ مرتبہ عدم میں ہر نقص و شرارت جو وجود سے جو اس کی نقیض ہے ثابت ہو۔ ضرور سلوب ہوگا۔ اور ہر کمال جو مرتبہ عدم میں سلوب ہو۔ وہ حضرت وجود میں مثبت ہوگا۔ پس ناپا عدم کمالات وجودی کے نمود کا سبب ہوا۔ اور آئینہ ہونے کے یہی معنی ہیں اس کے سوا اور معنی کچھ نہیں :

فَالْحَقُّ قَوْلُهُ ذَرِيقًا وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ
 پس سمجھ کر کہو کہ ہمارے مطلب ہے اور اللہ تعالیٰ
 العالم کرنے والا ہے۔

اسے فرزند ایزد معارف لکھے گئے ہیں امید ہے کہ روحانی الامانات سے ہوں گے جن میں ہرگز شیطانی دوسروں کی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ جب فقیران علوم کے لکھنے کے درپے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا کی تو دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علیہم السلام اس مقام کے گرد و نواح سے شیطان کو دفع کرتے ہیں۔ اور اس مکان کے گرد نہیں آنے دیتے۔ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَقِّ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا بڑی اعلیٰ درجہ کی شکر گزاری ہے۔ اس لیے اس نعمت غلطی کے ظاہر کرنے کی دلیری کی۔ امید ہے کہ یہ بات عجوب اور خود بینی کے گمان سے پاک ہوگی۔ اور خود بینی کی گنجائش کیسے ہو سکے جب کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنا ذاتی نقص و شرارت ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور کمالات سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اَوْلَاؤُهُ اَخْرَا
 اول آخر میں میں اللہ رب العالمین کی مدح ہے اور

وَالصَّلَاةُ وَالسَّكَامُ عَلَى رَسُولِهِ قَائِمًا وَ
 مِنْ قَدَا وَعَلَى إِلَيْهِ الْكَلَامُ وَأَعْيَادُ الْغَفْلَةِ
 وَالسَّكَامُ عَلَى سَائِرِهِمْ أَجْمَعٍ الْهَدْيُ وَالْعَزْمُ مَعَ
 الْمُسْكِنَةِ عَلَيْهِ عَلَى إِلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّكَامُ
 أَلَمْ يَأْمُرُوا أَكْمَلَهَا

اس کے رسول اور اُمس کی آل بزرگوار اور اصحاب
 عظام پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو۔ اور سلام ہو اُن
 سب پر جو ہدایت کے دستہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر ۲۳۵

اس بیان میں کہ اس طائفہ کی محبت دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے اور احکام شریعہ کے بجا
 لانے اور باطنی جمعیت کے حاصل کرنے کی توفیق اس محبت کا ثمرہ ہے۔ اور اس کے مناسب میسران
 میں توحید الغفور سرمدی اور حاجی بیگ فرحتی اور خواجہ محمد شرف کابلی کی طرف ماسد فرمایا ہے :-
 حمد و صلوات اور دعوات کے بعد دوستانہ تحقیقی اور مشتاقانہ تحقیقی کو معلوم شریف ہو کہ
 آپ کے مکتوبات شریف جو فرط محبت اور کمال اشتیاق سے بھرے ہوئے تھے، ان کے پہنچنے سے
 بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی محبت پر ثابت قائم رکھے۔ اس محبت کو دنیا اور آخرت کی سعادت
 کا سرمایہ جان کر حق سبحانہ و تعالیٰ سے اس پر ثابت اور قائم رہنے کی دُعا مانگتے رہا کریں۔ اور احکام شریعہ کے
 بجالانے کی توفیق اسی محبت کا نتیجہ ہے۔ اور باطنی جمعیت کا حاصل ہونا اسی دوستی کا ثمرہ ہے۔ اگر تمام
 جہان جنتی ظلمات اور کدورتیں باطن میں گرا دیں لیکن اس محبت کو قائم رکھیں تو کچھ غم نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ امیدوار
 رہنا چاہیے۔ اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار و احوال کو باطن میں زیادہ کر دیں لیکن اس محبت سے بال کے
 برابر بھی دور کر دیں۔ تو سوائے خرابی کے کچھ نہ بانا چاہیے۔ اور اس کو استدراج شمار کرنا چاہیے۔ اس سر
 رشتہ کو مضبوط پکڑ کر اپنے کام میں متوجہ رہیں اور قیمتی عمر کو بے فائدہ کاموں میں ضائع نہ کریں۔

ہمہ اندرز من بتو این است

کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

میری ساری نصیحت یہی ہے کہ تو بچہ ہے اور مکان رنگین اور خوشامیہ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَى سَائِرِهِمْ أَجْمَعٍ الْهَدْيُ وَالْعَزْمُ مَعَ
 وَالْعَزْمُ مَعَ الْهَدْيِ وَالْعَزْمُ مَعَ الْهَدْيِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّكَامُ عَلَى إِلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّكَامُ
 اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت
 کے راہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر ۲۳۶

بعض اسرار کے بیان میں مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا :-

حمد و صلوة کے بعد میرے فرزند ارشد کو معلوم ہو کہ تمہارے خط سے جو تم نے احوال کی شرح میں لکھا ہوا تھا۔ ایسا مفہوم ہوا تھا کہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ اس بات سے خداوند جل سلطانہ کا شکر بجا لایا کہ بہت مدت سے یہ آرزو محقق کر یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے۔ اب امید وار ہو کہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کرے۔ اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایت موسوی علیہ السلام و علیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل پایا۔ اور وہاں سے کچھ کر دائرہ ولایت خاصہ میں داخل کیا۔ **بَلَّوْا مَجْتَازَ الْوَلَدِ وَالْوَلَدِ عَلَى ذَٰلِكَ**۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور جب تم کو قسرو جبر سے اس ولایت میں لائے ہیں۔ اس لیے میں روز سے زیادہ جوٹے ہیں کہ تم کو اپنی بغل میں نگاہ رکھ کر پرورش کرنا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس نسبت کے ضعف سے تمہیں معلوم ہوا ہوگا۔ اور اب چونکہ یہ نسبت قوی ہو گئی ہے امید ہے کہ تم کمال معلوم ہو جائے گا۔ اور حضرت حق سبحانہ کے انعامات کی نسبت جو پے در پے اس عاصی کے حق میں پہنچ رہے ہیں، کیا لکھے۔

من آں خاکم کہ ابر نو بہاری کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بروید از تن صد ز بانم چو سبزہ شکر لطفش کے تو انم

میں وہ خاک ہوں کہ زبانا کا بادل لطف و مہربانی سے مجھ پر برس رہا ہے۔

اگر میرے حق پر سوز بانی بھی آگ آئیں تو پھر بھی میں سبزے کی طرح اس کی مہربانی کا شکر کیسے ادا

کر سکتا ہوں۔

دوسرے یہ کہ ہے کہ فرزند عزیز محمد سعید نے جو اپنے مکتوب میں اپنا احوال کو ظاہر کیا تھا، بہت ٹھیک ہیں۔ اور اس خصوصیت کے ساتھ یاروں میں سے کم کسی کو حاصل ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ولایت خاصہ سے مشرف فرمائے گا۔ اور فرزند محمد معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے قوت سے فضل میں لائے۔

مکتوب نمبر ۲۳۷

سنتِ سنّیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التہنیک کی تابعداری پر ترضیب دینے اور طریقہ طایفہ نقشبندیہ

قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح میں محدّد طالبِ ریاضی کی طرف سے دعا فرمایا :-

بَيِّنَّا اللَّهُ وَآيَاتُهُ عَلَىٰ جَادَةِ الشَّيْءِ وَعَدَّ الْحَقَّ
الْمُصْطَفَىٰ يَوْمَهُ عَلَىٰ صَاحِبِهَا الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ
وَالْحَيَّةَ وَالْإِلَهَ الْكَرَامَ وَاصْفَايَهُ الْعِظَامَ
اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعتِ حقّ کے
سید سے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

میرے سعادت مند بھائی! طریقہ طایفہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے سنتِ سنّیہ کو لازمِ کمپڑا ہے اور عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے۔ اگر اس التزام اور اختیار کے ساتھ ان کو احوال و مواجید سے شرفِ کراویں تو ان کو نعمتِ عظیم جانتے ہیں۔ اور اگر احوال و مواجید تو ان کو بخشیں۔ مگر اس التزام اور اختیار میں فتور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے۔ اور ان مواجید کو نہیں چاہتے۔ اور اس فقیر میں اپنی سرسرخائی جانتے ہیں۔ کیونکہ برہمنوں اور ہندو جوگیوں اور یونانی فلاسفہ کو علمِ توحید کی بہت قسم کی تجلیاتِ صوری اور کاشفاتِ مثالی ہمئی ہیں۔ لیکن سوائے خرابی اور رسوائی کے ان سے کچھ نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ اور سوائے بُد و حرمان کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

اے بھائی! جب آپ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بزرگواروں کی ارادات کے مسلک میں داخل کیا ہے تو چاہیے کہ ان کی متابعت کو لازمِ پکڑیں اور سرسرخوان کی مخالفت نہ کریں۔ تاکہ ان کے کمالات سے فائدہ مند اور بخور وادھوں۔ اقل اپنے عقاید کو اہل سنت و جماعت کثر ثم اللہ تعالیٰ کے عقاید کے موافق درست کریں۔

دوسرے فرض و سنت و واجب و مندوب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ کا علم جو فقہ میں مذکور ہے حاصل کریں اور اس علم کے موافق عمل درست کریں۔

تیسرے درجے پر علومِ صوفیہ کی فہرست پہنچتی ہے جب تک وہ دُورِ پر درست نہ کر لیں عالمِ قدس میں اُٹانا محال ہے۔ اور اگر ان دو کاموں کے حاصل ہونے کے بغیر احوال و مواجید میسر ہوں تو ان میں اپنی سرسرخوانی طاعتی چاہیے۔ اور ایسے احوال و مواجید سے پناہ مانگنی چاہیے۔ ج

کار این است غیر این ہرہ ہیج!

رسول کا کام مکمل ہونا ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ

برادر میں شیخ داؤد وہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی صحبت کو قیمتی جانیں اور جو نصیحت اور دلالت کریں بجا لائیں۔ کیونکہ وہ ان بزرگواروں کے مریدوں کی صحبت میں بہت مدت رہے ہیں۔ اور انہیں ان کا ماہ و روش معلوم ہو چکا ہے۔ اُس جگہ کے اُن یاروں کو جو میر نعمان کے ذریعے اس طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ چاہیے کہ مشائخ (شیخ داؤد) کی صحبت کو قیمتی جانیں۔ اور مقررین ایک ہی جگہ بیٹھیں۔ اور ایک جگہ میں غانی ہوں تاکہ حقیقت حاصل ہو۔ اور ماطہ ترقی پائے۔ اور مکتوب کا مطالعہ کیا کریں کہ بہت فائدہ مند ہے۔

و ادیم تراز گنج مقصود نشان

ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتا دیا ہے۔

اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْآخِرَ

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت

مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى الْإِلَاحِ الْوَلَدِ

کو لازم پکڑا۔

وَالْمُسْلِمَاتِ أَتَّهَّاهُ وَأَكْمَلَهَا

مکتوب نمبر ۲۳۸

میر نعمان کی طرف مامور فرمایا :-

اس بیان میں کہ بھائیوں یعنی دوستوں کے زیادہ ہونے میں بہت سی امیدیں ہیں۔ اور اس امر

کی تبلیغ میں کہ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کے احوال و معارف پیروں کے توقف اور عجب کا موجب بنیں

اور اس بیان میں کہ مریدوں کے احوال حیا کا موجب بنتے چاہیں۔ تاکہ ترقیات پر راغب کریں۔

اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

اور ان کی آل پاک و طاہر پر مسئلہ و

عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ

سلام ہو۔

الطَّاهِرِينَ أَجْمَعِينَ۔

آپ کا مکتوب شریف جو خواجہ رحیمی کی خدمت نگار کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچ کر نہایت ہی خوشی کا باعث ہوا اور چونکہ آپ کے مریدوں کے احوال مفصل طور پر درج تھے۔ اس لیے خوشی پر خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ کچھ ایہوں کے زیادہ ہونے میں :

اَلْكَثْرَ عَاوَا حَتَّا كَلَّفَ فِي الدِّيْنِ - اپنے دینی بھائیوں کو زیادہ بناؤ۔

کے بموجب بہت بہت امیدیں ہیں۔ اور آیت کریمہ:

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ لِأَنْ يَخْشَكَ -

تیرے باند کو تیرے بھائی سے قوی کریں گے۔

بھی اسی مضمون کی تائید ہے۔ لیکن چاہیے کہ اپنے احوال و اعمال مشکوٰۃ نظر ہوں اور اپنی حرکت و سکون ملحوظ ہو۔

ایسا نہ ہو کہ مریدوں کی ترقیاں پیروں کے توقف کا باعث بن جائیں۔ اور مسترشدوں اور مریدوں کی کوتاہی

مُتْرَشِدوں کے گھٹیں سر دی ڈال دے۔ اس بات سے بہت ڈرتے رہنا چاہیے۔ اور مریدوں کے اعمال

و مقامات کو شیر و ببر کی طرح جاننا چاہیے۔ اور اُن پر فقر و مباحات نہ کرنا چاہیے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس وجہ سے

عجب غرور کا دروازہ کھل جائے۔ بلکہ چاہیے کہ:

اَلْحَيَاةُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ -

حیا ایمان کی جزو ہے۔

کے موافق مریدوں کی ترقیاں شرمندگی و خجالت کا باعث ہوں۔ اور طالبوں کی گرمی عبرت و غیرت کا موجب

بنے۔ اور چاہیے کہ اپنے اعمال کو قاصر اور اپنی نیت کو کوتاہہ سمجھیں۔ اور حال و حال کی زبان کلمہ

سے تر ہے۔ اگرچہ آپ کے پسندیدہ اطوار سے امید ہے کہ آپ اس طرح معاملہ کریں گے۔ لیکن دینی

و شمنوں یعنی نفس امارہ اور شیطان لعین کا خیال کرتے ہوئے تاکید کے طور پر مبالغہ کیا گیا ہے۔ تاکہ ایسا

نہ ہو کہ طالبوں کی توجہ کی سرگرمی میں سر دی چڑ جائے۔ کیونکہ مقصود ان دونوں حالتوں کا جمع کرنا ہے۔ صرف

ایک ہی کے فکر میں لگا رہنا قصور میں داخل ہے۔

خواہر رمی دستہ احمد کو آپ کی خدمت میں حاضر رہنا چاہیے۔ اور آپ ان کے حال پر پورے طور

سے توجہ فرماتے ہیں۔ میر عبد اللطیف نے بھی اگر توجہ کی توفیق پائی ہو۔ تو اس کی بھی مدد کریں۔ تاکہ

استقامت حاصل کر لے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض طالب طریقہ قادریہ کی التماس کرتے ہیں۔ چاہیے کہ طریقہ نقش بندۃ کے سوا

اور کوئی طریقہ کسی کو نہ سکھائیں۔ تاکہ دو طریقے باہم مل نہ جائیں۔ ہاں اگر کلاہ و شجر و طلب کریں۔ اور استخارہ

کی اجازت دیں تو مرید بنالیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ أَهْلِكُمْ وَأَحِبَّائِكُمْ

وَعَلَىٰ سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ وَالْتَّزَمَ مَتَابَعَةَ

النُّصَاطَةِ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

پرچلے۔ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۵۴ بخاری و مسلم مشکوٰۃ شریف۔

۵۵ بارہ اس غنیمت پر شکر

کی متابعت کو لازم پکڑا۔

اَتَمَّهَا قَا كَمَلَهَا۔

مکتوب نمبر ۲۳۹

معاذ اللہ برک کی طرف اُس کے اس خط کے جواب میں جو اُس نے لکھا تھا اور اس میں چند سوال استفسار کیے تھے، لکھا :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ
السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَآلِہٖ وَ
اَصْحَابِہٖ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔
اَللّٰہُ تَعَالٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّہٗ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا اَنْتَ فَاَنْتَ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا اَنْتَ فَاَنْتَ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا اَنْتَ فَاَنْتَ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ۔

آپ کا مکتوب گرامی ہوا زروئے شفقت و مہربانی ارسال کیا تھا۔ اس کے مضمون کا مطالعہ کر کے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے لکھا تھا کہ احوال کا عرض کرنا احوال کے اندازہ پر ہے الخ۔

میرے مخدوم! احوال کے حاصل ہونے سے مقصود یہ ہے کہ محفل احوال یعنی احوال کے پھیرنے والے (اللہ) کے ساتھ گرفتاری اور تعلق حاصل ہو جائے۔ جب یہ گرفتاری حاصل ہو تو پھر اگر احوال حاصل ہوں یا نہ ہوں کچھ پروا نہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضور میں مذکور ہوا تھا کہ آپ کے حق میں ہم نے بہت تخم ریزی کی الخ میرے مخدوم! واقعی اسی طرح ہے۔ لیکن ثمرات کا ظہور زندگی اور مرنے کے بعد بے شمار زمانوں کے گزرنے پر موقوف ہے۔ اَبْنِیْہٖ وَکَا تَعْمَلْہٖہ - (نوشہ ہوا و بدی نہ کر)۔

مولانا محمد صالح کے قول کی نسبت آپ نے لکھا تھا۔ چونکہ مولانا مذکور حاضر نہ تھے تا کہ ان کی مراد سمجھ جائے اس لیے اس مقولہ سے متعین نہ ہوا۔ لیکن میرے کسی طرح کا تذکرہ دل میں نہ لائیں، اور بے ادبی کی نسبت جو آپ نے لکھا تھا، سو دوستوں کی خطائیں معاف ہیں دل میں کچھ ٹکراؤ اندیشہ نہ کریں۔

آپ نے اپنے احوال کی نسبت نفی شش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ مقبولوں میں سے ہیں۔

قُلْ مَنْ یُّقِلْ رِیْلًا یَلِکَ۔ جو قبول کیا گیا وہ بلا علت قبول کیا گیا۔

آپ نے لکھا تھا کہ دو شیخ زادے آئے تھے تاکہ ذکر کی تلقین حاصل کریں الخ میرے مخدوم! استغفار ہر کام میں مسنون و مبارک ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ استغفار

کے بعد خواب یا واقعہ یا بیداری میں ایسا امر ظاہر ہو۔ جو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت کرے۔ بلکہ استخارہ کے بعد دل کی طرف رجوع کرنی چاہیے۔ اگر اس کام کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہے تو اس کام کرنے پر دلالت دیکھتا ہے۔ اور اگر توجہ اسی قدر ہے جس قدر کہ پہلے تھی اور کچھ کم نہیں ہوئی۔ تب بھی منع نہیں ہے اس صورت میں استخارہ کو دوبارہ دوبارہ کرے۔ تاکہ توجہ کی زیادتی مفہوم ہو جائے۔ استخارہ کے تکرار کی نہایت سات مرتبہ تک ہے۔ اور اگر استخارہ کے ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں نقصان مفہوم ہو۔ تو منع پر دلالت ہے اس صورت میں بھی اگر استخارہ کرے گنجائش ہے۔ بلکہ ہر تقدیر پر استخارہ کو کر کرنا بدست بہتر اور مناسب ہے۔ اور اس امر کے کرنے یا نہ کرنے میں احتیاط ہے۔

رسالہ مبداء و معاد کی اس عبارت کے معنی جو اس جملہ کے بیان میں کھسی گئی ہے۔ جو رجوع کے مکتب ہے آپ نے پڑھی تھی۔

میرے مخدوم! روح کا ایسا افعال کا اختیار کرنا اور گزرنا جو اجسام کے افعال کے مناسب ہیں جیسے کوٹھنوں کا ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا وغیرہ اسی قسم سے ہے۔

ظالموں کے فتنہ سے آپ نے اس طلب کیا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو بلکہ آپ کی جگہ کو ان ظالموں کی شرارت سے محفوظ رکھا ہے۔ خاطر جمع ہو کہ حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف متوجہ رہیں اور امید ہے کہ اس حفظ کو کسی خاص وقت تک معین نہیں کریں گے :

إِنَّكَ تَهْتَ وَيَسْمُ الْعُفَىٰ - تیرا رب بڑی بخشش والا ہے۔

لیکن اس جگہ کے رہنے والوں کو نصیحت کریں کہ مسلمانوں کی بہتری اور خیر خواہی کی وضع کو نہ بدلائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَغْيِرْ مَا يَقُومُ حَقُّ يَغْيِرْ دَا - اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلائیں۔

مکتوب نمبر ۲۲

شیخ یرسٹ برکی کی طرف صواب فرمایا :

۱۷ معلوم ہوگا : یا اللہ! کہ میں مدد کرتی ہیں ۱۲ سورۃ النجم، پارہ فاطمہ

۱۳ سورۃ زمر، پارہ ۱۳

اس جہت کی ہے نہایت اور علیہ السلام ﷺ رَاكَ اللهُ كَيْفَ بَعْضُ قَائِمِينَ كَيْفَ بَعْضُ قَائِمِينَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلٰتِہٖ اَصْلَحَ الشَّكْلِ مَحْمُودٍ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو وہ سالر جو آپ کے خیریت کے انجام والے احوال پر شامل تھا، پہنچا اور اس کا مطالعہ خوشی کا باعث بنجا

در عشق چنیں بر العیسیٰ باشد

ع

عشق میں اس طرح کے بہت سے تعجب انگیز کام ہوتے ہیں

لیکن چاہیے کہ احوال سے گزر کر محمول احوال یعنی احوال کے پٹانے والے (اللہ) تک پہنچنا چاہیے کہ وہاں سر اسر جمالت و نادانی ہے۔ بعد ازاں اگر معرفت سے مشرف فرمائیں تو زہد دولت و سعادت - غرض جو کچھ دید و دانش میں آئے فقی کے قابل ہے خواہ کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہی ہو۔ کیونکہ اس وحدت کی کثرت میں گنجائش نہیں ہے۔ جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس وحدت کا شیخ و مثال ہے نہ بذات خود وحدت پس اس وقت آپ کے حال کے مناسب کلمہ علیہ السلام ﷺ رَاكَ اللهُ كَيْفَ بَعْضُ قَائِمِينَ کا ذکر اور نکرا ہے۔ اس حد تک دید و دانش میں کچھ نہ چھوڑے اور حیرت و جمالت میں ڈال دے۔ اور معاملہ کو فنا تک پہنچا دے۔ جب تک جمل و حیرت میں نہ پہنچیں۔ فنا فیہ نہیں ہوتی۔ جس کو آپ نے فنا تصور کیا ہے۔ اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ نہ فنا ہے۔ اور جب جمل تک پہنچنے کے بعد فنا حاصل ہوگی۔ تب پہلا قدم اس راہ میں رکھا جائے گا۔ وصل کہاں اور اتصال کس کے لیے ہے

كَيْفَ الْمَوْصُولُ إِلَى سَعَادَةٍ وَدَوْنَهَا

قُلُّ الْإِحْكَالِ وَدَوْنَهُنَّ حَيَوْنٌ

ساد مشورہ تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے جب کہ اس کے اندر میرے درمیان پھاڑوں کی بلند چوٹیاں اور

فیض فراز واقع ہیں۔

آپ کے احوال درست ہیں لیکن ان سے گزرنا لازم ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْزَمَ مَتَابَعَةَ اَلْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلٰتِہٖ اَصْلَحَ الشَّكْلِ اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت والیتلیمات کر لازم پکڑا۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ آپ شریعت پر استقامت اختیار کریں اور اپنے احوال کو معلوم و اصول شریعہ

کے مطابق درست کریں۔ اگر عیاذ باللہ کسی قول و فعل میں شریعت کا خلاف پیدا ہو تو اس میں اپنی خرابی کبھی

چاہیے۔ استقامت والوں کا یہی طریق ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۴۱

بعض یاروں کی ترقی کے بیان میں مولانا محمد ساج کی طرف لکھا :

میرے سعادت مند بھائی کو حمد و صلوة کے بعد معلوم ہو کہ ان محدود کے احوال حمد کے لائق ہیں اور اس جگہ کے سب یا خوش و خرم ہیں۔ بالخصوص مولانا محمد صدیق ان دونوں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ولایت خالصہ کے ساتھ مشرف ہوئے۔ اور اس جہزی سے اسم کلی کے ساتھ ملحق ہوئے باوجود اس کے نظر فوق کی جانب رکھتے ہیں۔ وہاں سے نصیب وافر حاصل کر کے شاید رجوع کی طرف میلان کریں :

وَاللّٰهُ يُخَنِّصُ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے غاص

(جپ۔ سورہ بقرہ) کرتا ہے۔

کبھی کبھی اپنے اور ان دوستوں کے احوال جو طریقہ میں داخل ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں۔ لکھتے رہا کریں۔ اور چند روز ماسی جگہ استقامت اختیار کریں۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۴۲

بعض سراووں کے جواب میں تقابلیع الدین کی طرف صادر فرمایا :-

حمد و صلوة کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ درویش کمال نے آپ کا مکتوب شریف پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ آپ نے جو اپنے اعمال کو قاصر اور غریبوں کو کوتاہ سمجھنے کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ واضح ہوا۔ حق تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس میں کوئی تاخیر نہ کرے۔ اور اس السلام کو کمال تک پہنچائے کیونکہ اس راہ میں یہ دونوں دولتیں اصل مقصود میں سے ہیں۔

آپ نے لکھا اور دریافت کیا تھا کہ اسم خات کا شغل کیا ہے۔ اور اس مبارک شغل کی مداومت سے کس قدر پردے دور ہوتے ہیں۔ اور نفی و اثبات کی نہایت کیا ہے۔ اور اس کلمہ مبارک سے کیا وسعت حاصل ہوتی ہے اور کس قدر حجاب دور ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے۔ اور چونکہ ظاہر کو غفلت سے چہرہ نہیں ہے۔ خواہ ابتدا میں ہو خواہ انتہا میں۔ اس لیے ظاہر ہر وقت ذکر کا محتاج ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے اور بعض اوقات ذکر لفظی و اثبات مناسب ہوتا ہے۔ باقی رہا معاملہ باطن کا۔ وہاں بھی جب تک بالکل غفلت و غور نہ ہو جائے تب تک ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہاں اس قدر ہے کہ ابتدائیں یہ دونوں ذکر متعین ہیں اور توسط و انتہا میں یہ دونوں ذکر متعین نہیں ہیں۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ادا کرنے سے غفلت و غور ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے۔ اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

جاننا چاہیے کہ حضرت ذات کا وہ حضور جو اسما و صفات کے ملاحظہ سے ہو۔ اگرچہ دائمی ہو۔ احدیت مجرہ کی طرف توجہ کرنے والوں کے نزدیک غفلت میں داخل ہے۔ اس غفلت کو بھی دور کرنا چاہیے اور راء الوداع کی طرف جاننا چاہیے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

دروغی دیدہ اگر نیم دوست بسیار است

دوست کا فراق اگر تھوڑا سا بھی ہو تو تھوڑا نہیں ہے، آنکھ میں اگر آدھا بال بھی پڑ جائے تو بہت ہے

آپ نے ان واقعات کی نسبت جو ظاہر ہوتے ہیں لکھا تھا۔ اس سے پہلے بھی جواب میں یہی لکھا تھا کہ یہ بشارات ہیں یا بھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ منتظر ہیں اور کام کرتے جائیں۔

كَيْفَ الْوُصُولُ إِلَى سَعَادَةٍ دُونَهَا

قُلُّ الْعِجَالِ دُونَ تَهَنُّ خَيْرٌ

سعاد مشورہ تک پہنچنے کا کس طرح ممکن ہے جب کہ اس کے اور میرے درمیان پھاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب فرائد واقع ہیں۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۴۳

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی ترقیب میں نقایب مستحب کی طرف ماسد فرمایا :

حمد و صلوة اور تبلیغ و دعوات کے بعد میرے ممتاز بھائی کو معلوم ہو کہ کئی دفعہ آپ نے اپنے متعدد خطوں میں نصیحتیں طلب فرمائی تھیں۔ لیکن جب بار بار یہی طلب آپ کی طرف سے ظہور میں آئی۔ اس پر چند ٹوٹے پھوٹے فقرے لکھے جاتے ہیں، ان کو غور سے سنیں۔ اور جان لیں کہ جو کچھ طالب کے لیے ضروری ہے اور اس کے ساتھ تکلف ہے وہ ادا کرنا بجا لانا اور نواہی سے ہٹ جانا ہے۔ آیت کریمہ :

مَا أَشْكُرُ الرَّسُولَ فَخَذُّوْهُ وَمَا تَهْمِكُمْ عَنْهُ مَا تَنْهَوْنَ
 جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو اور جس سے
 اس نے تمہیں منع کیا ہے اس سے بھٹ جاؤ۔

اس مطلب پر شاہد ہے۔ اور جب طالب کو اخلاص کا حکم ہے :

أَكَلُوا مِنَ النَّارِ الْيَمِينِ الْعَالِيَيْنِ۔
 خبردار دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔

اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتیہ کے سوا مقصود نہیں اس لیے طریق صوفیہ کا ملوک بھی جس سے
 فنا اور محبت ذاتیہ حاصل ہوئی ہے۔ ضروری ہے۔ مگر اخلاص کی حقیقت باقہ آئے۔ اور چونکہ صوفیہ کھڑے
 کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اساتذہ متفادات ہیں۔ اس لیے ایسے طریق کا اختیار کرنا جس میں سنت سنیتہ کی نسبت
 زیادہ لازم اور احکام شرعیہ کے بحال لانے کے زیادہ موافق ہو۔ بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اور وہ طریقہ
 مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اس طریق میں سنت کو لازم پکڑا ہے اور
 بدعت سے اجتناب فرمایا ہے۔ جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر اس کا بغض
 باطن میں معلوم کریں۔ اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر اس کو باطن میں مضر جانیں۔ انہوں نے کمال
 و راجد کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور فوق و معارف کو علوم و فنیہ کا قدام جانتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے
 قیمتی مرتبوں کو بچوں کی طرح و بعد حال کے جوڑ و موڑ کے بدلے باقہ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیہ کی بے فائدہ
 باتوں پر ضرور و مفتون نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر قص کی طرف خواہش نہیں کرتے۔ اور فتوحات مدنیہ کو چھوڑ کر
 فتوحات کیسی کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا مال و دانی اور ان کا وقت استمراری ہے۔ ماسوائے
 اللہ کے نقش ان کے باطن سے اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اگر ماسوائے کے حاضر کرنے میں ہزار سال تک توقف
 کریں تو بھی میسر نہ ہو۔ اور وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لیے برقی کی طرح ہے۔ ان بزرگواروں کے لیے دائمی
 ہے۔ اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہم۔ ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ماقط ہے :

رَجَالٌ لَا تُلَاقِيهِمْ فِي تَعَارُفٍ وَلَا يَبِيعُ عَنْ
 وہ ایسے مرد ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان
 کو ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

ان کے حل کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریق سب طریقوں سے اقرب اور ضرور موصل ہے۔ اور دوسروں کی نہایت لائق

۱۰ سورتہ حشر، پارہ قدس اللہ۔ ۱۱ سورتہ زمر، پارہ ۲۳۔

۱۲ نص سے کتاب صورتوں الہم کی طرف اشارہ ہے جو شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی مرکز الادراہ تصنیف ہے ۱۳

۱۴ سورتہ نور، پارہ ۱۸۔

ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ تمام مشائخ کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ہر کسی کا فہم ان بزرگواروں کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کم ہمت لوگ بھی ان کے بعض کمالات سے انکار کریں۔

قاصر سے گر گشت ایں طائفہ را طعن قصور

حاشش بشد کہ برابرم بزبان ایں گلہ را !

کوئی کڑواہ اندیش اگر اس گروہ نقشبندیہ پر اعتراض کرے تو کرتا ہے۔ میں تو ہرگز ان کا گلہ زبان پر نہیں لاسکتا۔

شاعر عرب فرماتا ہے شعر

أَوَّلِيكَ أَهْلًا وَيَوْمَ جَلِيَّتِي يُبَشِّرُهُ

إِذَا جَعَلْتَنِي يَا جَوْنُ مِثْلَ الْجَارِ مَعَهُ

میرے آبا و اجداد تو یہ ہیں، تو بھی ان کی مثل ہے۔ جبکہ جاس منقذ ہوں۔

حضرت خواجہ احمد اقدس سرگ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ علیہ کے مشائخ قدس سرہم ہر نزاع اور تقاض فریب کرنے والے اور نقص کرنے والے کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا کافرانہ بند ہے۔

حیف باشد شرح او اندر جہاں ہم چو را از عشق باید در نہاں

لیک گفتم وصف او تارہ بر بند پیش از ان کہ فوت حسرت آن خورد

اس کی شرح جہاں میں نہیں ہو سکتی اور وہ را از عشق کی طرح پرشیدہ ہے۔ لیکن میں نے اس کی صفت

بیان کی ہے تاکہ لوگ اس کا سراغ لگائیں اس سے قبل کہ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد افسوس کریں۔

اگر ان بزرگواروں کے خصائص و کمالات میں دفتروں کے دفتر کھجے جائیں۔ تو دریا ٹھے بے نہایت سے قطرہ کی طرح ہیں۔

و ادیم تر از گنج مقصود نشان

ہم نے تجھ گنج مقصود کا نشان بتلادیا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْهُدَى مَنَ اتَّبَعَ

الْمُصْلِحُ عَلَيَّ وَعَنْ آلِ مِنَ الصَّلَاةِ أَفْضَلُهَا

وَمِنَ التَّسْلِيَمَاتِ أَكْمَلُهَا۔ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر ۲۲۴

مخدوم صاحب کو لابی کی طرف اُس کے اُس خط کے جواب میں جو اس نے اپنے مال کی خرابی کے بیان میں تحریر کیا تھا،
 صادر فرمایا :-

میرے سعادت مند بھائی خواجہ محمد صالح کا مکتوب شریف پہنچا جو آپ نے اپنے احوال کی خرابی کی نسبت
 لکھا ہوا تھا، اُمید ہے کہ اس سے بھی زیادہ خراب ہوگا۔ اور اس خرابی کی نہایت اس مکتوب میں جو انہی دنوں
 میں میرے فرزند ارشد کے نام لکھا ہے۔ درج ہو چکی ہے۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ کچھ
 وہاں چند روز رہنا یا رول کی جمعیت کا باعث ہے۔ تو بہتر ہے کہ چند روز وہاں ٹھہریں۔ یہ فقیر بھی غریب
 حضرت دہلی کے سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ اکثر استخارے اور توجہات اس سفر کا باعث ہیں۔ اور یہ مقام میرے
 فرزند ارشد کو عنایت فرمایا ہے اور ان کی ولایت میں داخل کیا ہے۔ فقیر اس جگہ مسافروں کی طرح ان کی ولایت
 میں بیٹھا ہے۔ وہ یا رجو طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں خاص کر میرے سید مرتضیٰ دہلوی شکر اللہ اور میرے سید
 نظام بہت بہت دعاؤں سے مخصوص ہیں۔ فرزند خواجہ محمد صادق اور سب بھائی آپ کو اور تمام پارلو
 کو سلام دُعا کرتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۲۲۵

مخدوم صاحب کی طرف بعض استفساروں کے جواب میں لکھا ہے :-

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ مکتوب شریف جو قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اور
 بڑی خوشی کا باعث ہوا۔

آپ نے لکھا تھا کہ ذکر نفی و اثبات اکیس عدد تک پہنچایا ہے۔ لیکن ہمیشگی نہیں ہو سکتی اور نصیبت بھی کبھی
 کبھی ظاہر ہوتی ہے۔ میرے محبت آنکار، ذکر کرنے میں ظاہر کوئی نہ کوئی شرط مفقود ہے جس کے باعث اس
 عدد پر کوئی نتیجہ ترتیب نہیں ہوا۔ درود و ران شوالہ دریافت کر لیں گے۔

دوسرے آپ نے اس قول کے معنی دریافت کیے تھے اور لکھا تھا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 اپنے کام کو تمام کر کے فرمایا کہ :

ذُكِّرَ الْإِنْسَانُ لِقَلْقَلَةٍ ۖ وَذُكِّرَ الْقَلْبُ
وَمَوْسَمٌ ۖ وَذُكِّرَ الْوَجْهُ ۖ وَذُكِّرَ الْبَيْتُ ۖ وَذُكِّرَ الْكُفْرُ ۖ

زبان کا ذکر کجاں، اور قلب کا ذکر دوسرے اور روح

کا ذکر شرک اور سر کا ذکر کفر ہے۔

کیونکہ جب ذکر، ذکا اور مذکور کی خبر دینے والا ہے خواہ کوئی ذکر ہو۔ اور اصل مقصود مذکور میں ذکر و ذاک کا فنا ہونا ہے
اس لیے ذکر کو قلعہ و دوسرے و شرک و کفر فرمایا ہے

بہرچہ اند و ست و ایانی چہ کفر آں حرف و چہ ایرماں

بہرچہ از راہ و آفتی چہ زشت آں حرف و چہ زیبا

ہم چیز کے باعث تم دوست سے دور ہو جاؤ، وہ چاہے کفر ہو یا چہ ایمان یکساں ہے۔ اور جس چیز
تم راستے سے ہٹک جاؤ اس کی اچھائی اور برائی برابر ہے۔

لیکن ذکر کے لیے ان ناموں کا عارض ہونا فنا و بقا کے حاصل ہونے سے پہلے جانا چاہیے۔ کیونکہ بقا کے حاصل
ہونے کے بعد ذاک کا وجود اور ذکر کا ثبوت اس سے مذموم نہیں ہے۔ اگر اس میں کچھ پوشیدگی رہی ہو۔ تو حضور
میں دریافت فرمائیں گے۔ کیونکہ تحریر کا حوصلہ تنگ ہے تو اس قول کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسب
کرنا فاضل کر کام کے تمام ہونے کے بعد اچھا نہیں ہے۔

دوسرا استفسار یہ تھا کہ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر نے ابوعلی سینا سے مقصود پر
وسیل طلب کی تھی اور اس نے جواب میں لکھا تھا کہ کفر حقیقی میں آجا اور اسلام مجازی سے نکل جا۔ اور شیخ
ابوسعید نے عین القضاۃ کی طرف لکھا کہ اگر میں لاکھ برس تک عبادت کرنا تو مجھے وہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو مجھے
ابوعلی سینا کے اس کلمہ سے حاصل ہوا۔ عین القضاۃ نے لکھا کہ اگر آپ سمجھتے تو اس بے پارہ کی طرح مٹوں
و طام کیوں ہوتے۔

جاننا چاہیے کہ کفر حقیقی دونوں کے بالکل دور ہو جانے اور کثرت کے کلی طور پر چھپ جانے سے مراد ہے
جو کہ فنا کا مقام ہے۔ اور اس کفر حقیقی کے اوپر اسلام حقیقی کا مقام ہے جو بقا کا حاصل ہے کفر حقیقی کو اسلام
حقیقی سے نسبت دینی سراسر نقص و عیب ہے۔ یہ ابن سینا کی کوتاہ نظری ہے کہ اس نے اسلام حقیقی کی
طرف دلالت نہیں کی ہے۔ اور حقیقت میں اس کو کفر حقیقی سے بھی کچھ نصیب نہیں ہوا۔ اس نے صرف اندھٹے
نظم و تقلید کے کبڈیا اور کھدیا ہے۔ بلکہ اس کو تو اسلام مجازی سے بھی خط وافر حاصل نہ ہوا۔ اور فلسفی
بکھیروں میں عمر بسر کر دی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تکفیر کرتے ہیں اور واقعی اس کے فلسفی اصول اصول
اسلام کے منافی و مخالف ہیں۔ نیز شیخ ابوسعید، عین القضاۃ سے بہت مقدم ہے وہ اس کی طرف کیا کہے
اگر کچھ شبہ باقی رہا ہو تو حضور میں اگر دریافت فرمائیں گے۔ و السلام

مکتوب نمبر ۲۴۶

میر محمد نعمان کی طرف سے صادر فرمایا :

اُس مقام کے حاصل ہونے کے بیان میں جو کمال و تکمیل کے مرتبوں میں متوقع اور جس کی انتظار رہی ہے اور اس بے غرضی کی وجہ سے بیان میں جو بعض اوقات طاری ہو جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَلِیْہِمْ وَاَصْحَابِہِ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اور اُن کی آل و اصحاب پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

آپ کے مکتوب شریف کیے بعد دیگرے صادر ہوئے۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ان حدود کی طرف سے کوئی نہ ملا تا کہ ہر ایک کا جواب الگ الگ لکھا جاتا۔ امید ہے کہ معذور فرمادیں گے۔ اس مکتوب کے پہنچنے کے بعد جو میر واد کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ میرا دستہ آپ کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اور بقایا اتنا جو نظر میں آتے تھے ان کے دور کرنے کے درپے ہوا۔ اور وہ ظلمتیں اور کدورتیں جو محسوس ہو رہی تھیں ان کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے کمال کا ہلال بدر کا ل بن گیا۔ اور جو کچھ ہدایت کے آئینہ میں امانت رکھا تھا سب اس بدر میں منعکس ہوا حتیٰ کہ کمال کی جانب میں کچھ متوقع اور منتظر نہ رہا :

لَا اَنَّ یَتَّخِذَ الظُّرْفُ وَیَاْخُذُ یَقْذِرُ
وَمُنْعِیْہِ شَیْئًا فَنَشِیْئًا
موسائے اس کے کفر و وسوسہ ہو جائے اور اپنی
وعدت کے موافق کچھ حاصل کرے۔

اور بہت دیر تک اس معنی کی شالیہ صورت نظر میں رہی۔ یہاں تک کہ وہ یقین جو صدق کا مصداق ہے حاصل ہوا۔ الحمد للہ سبحانہ علی ذالک۔

اس دولت کا حاصل ہونا اس واقع کی تاویل ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ اور اس کے حاصل ہونے کے لیے بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ سوال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ آپ کا قریب سب کچھ ادا ہو گیا۔ اور وعدہ پورا ہوا۔ اب امید وار ہے کہ اس کمال کے اعلازہ پر تکمیل حاصل ہوگی۔ اور اس طرف کے دشت و صحرا آپ کے جود شریف سے منور ہوں گے۔

آپ نے اپنی بے توفیقی کی نسبت لکھا تھا۔ ظاہر اس کا سبب قبض کی زیادت ہے اور پتوں کر

آپ کی قبض مفرط اور دیر کے بعد دور ہونے والی ہے۔ اس کا مسبب بھی سبب کے اندازہ کے موافق طویل ہوگا۔ اس حال میں تکلف کے ساتھ آپ اعمال بجا لاتے اور عبادات کرتے رہیں۔ اور قحط اور بنادٹ کے ساتھ اس پر آمادہ رہیں۔

دوسرے یہ ہے کہ اس سال میں بہت علوم بلند اور معارف اربعہ نمودار میں آئے ہیں۔ ان میں سے دو مسودہ کو اخوند مولانا محمد امین ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں ایک مسودہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کی ان بعض رباعیوں کی شرح کے مل میں ہے جو فریون آبادی دوستوں کی قرأت کے وقت لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ میں تعجید امیز علوم ان رباعیوں کے مناسب درجہ ہوئے ہیں۔ اور علماء اور وحدت وجود کے قائل صوفیہ کے درمیان تطبیق دی ہے۔ اور اس طرح تحریر ہوا ہے کہ فریقین کی نزاع لفظ کی طرف راجع ہوئی ہے۔ اور دوسرا مسودہ وہ مکتوب ہے جو فرزندہی ارشد کی طرف بڑے طول و بسط کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ آپ کو مطالعہ کے وقت معلوم ہو جائے گا یہ علوم کس درجہ بلند ہیں۔ اگر کوئی امر ان سے رہ جائے تو دیر یافتہ کر لیں

مکتوب نمبر ۲۴

عزیزانِ پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کوئی تعالیٰ کے وجود پاک پر اس کا اپنا وجود پاک ہی دلیل ہے نہ کہ اس کا ماسوا۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

عَرَفْتُ بِقَسَمِ الْعَزَائِجِ لَا بَلَّ عَرَفْتُ
مَنْ عَرَفْتُ الْعَزَائِجِ بِرَبِّي
میں نے اپنے رب کو اداؤں کے توڑنے سے
نہیں پہچانا بلکہ اداؤں کے توڑنے کو اپنے رب کے ساتھ
پہچان لیا ہے۔

کیونکہ وہ حق تعالیٰ اپنے ماسوئے پر دلیل ہے نہ کہ برعکس۔ اس لیے کہ دلیل اپنے مدلول سے اظہر ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ سے بڑھ کر اور کوئی چیز اظہر ہے۔ کیونکہ تمام اشیا اسی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پس وہ اپنی ذات اور اپنے ماسوئے پر دلیل ہے۔ اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ:

عَرَفْتُ سِرِّي بِرَبِّي وَعَرَفْتُ الْأَشْيَاءَ
بِهِ تَعَالَى
میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی کے ساتھ پہچانا اور
اشیا کو اس کے ساتھ پہچانا۔

پس بران اس جگہ لکھی ہے اور اکثر کے خیال میں ای ہے اور تفاوت نظر کے تفاوت سے ہے۔ اور

اختلاف بلحاظ منظر کے ہے۔۔۔ بلکہ وہاں استدلال اور برہان کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ کے وجود میں کوئی پرست یگانہ اور اس کے ظہور میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور وہ تمام بدیہیات سے زیادہ روشن ہے۔ اور بیانات سوائے اُس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ہو کسی پر پرست یہ نہیں ہے اور تمام اشیاء کو اس ظاہری سے محسوس ہیں۔ اور ضروری طور پر معلوم ہے کہ ان سب کا وجود اُسی ذات پاک کی طرف سے ہے جو مطلوب میں مضرب نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ سَائِرٍ مِّنْ أَتْبَعِ الْهَدْيِ
وَالَّذِينَ مَاتُوا بَعْدَ الْمُصَافَاةِ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَتَمَّهَا وَآكَمَّهَا۔
اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جو ہدایت پر چلے
اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت
کو لازم کر دیا۔

مکتوب نمبر ۲۴۸

مالی جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا :

اس بیان میں کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تا بعد ازل کو ان کے تمام کمالات سے بطریق
تبیقیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل ہے۔ اور اس بیان میں کہ کوئی ولی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس امر کی
تحقیق میں کہ کمال ذاتی جو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص ہے اس معنی سے ہے۔ اور اس کے
مناسب بیان میں :

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا
لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَذَا مَا آتَاهُ لَقَدْ
جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ صَلَوَاتُ
اللَّهِ تَعَالَىٰ وَتَسْلِيمَاتُهُ عَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ
آتَابِهِمْ وَأَعْوَابِهِمْ وَحَزَنَتُهُ
أَسْرَارُهُمْ
اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس طرف ہدایت
کی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے
بے شک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے
ہیں، اُن پر اور ان کے تابعداروں اور مددگاروں
اور ان کے اسرار کے خزانچوں پر اللہ تعالیٰ کی
طرف سے صلوٰۃ و سلام ہو۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تا بعد ازل کمال متابعت اور زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت

عاشیہ صفحہ ۵۶)۔۔۔ برہان حق یہ ہے کہ ملت سے ملتوں کی طرف دلیل پکڑیں اور اتنی یہ ہے کہ ملتوں سے ملت کی طرف دلیل پکڑیں۔

عاشیہ ص ۵۷ کے ۱۵ سورہ اعراف، پارہ دوا۔

بخشش سے اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ تابعوں اور متبعوں کے درمیان سوائے اعمال، اور تبعیت اور اولیت اور آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا۔ باوجود اس امر کے کوئی تابعدار اگرچہ افضل الرسل کے تابعداروں سے ہو۔ کسی نبی کے مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے نیچے رہتا ہے جو تمام پیغمبروں سے نیچے درجہ کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تمام انبیاء اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام اصل سے ہیں۔ اور تمام اعلیٰ و اسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مبادی تعینات اس اصل کے ظلال کے مطابق ہے۔ اپنے اپنے درجہ کے موافق ہیں۔ پھر اصل وظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِجَهَادِنَا الْمُرْسَلِينَ
أَنفَعَهُمُ الْمَنصُورُونَ وَأَنَّ جُنْدَنَا
لَهُمُ الْغَالِبُونَ۔
بے شک ہمارے مرسل بندوں کے لیے مہلک
وودہ ہو چکا کہ وہ خقیاب ہیں اور ہمارا یہ لشکر
غالب ہے۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے مخصوص ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل تابعداروں کو بھی اس تجلی سے حصہ حاصل ہے۔ وہ اس سننے کے لحاظ سے نہیں ہے کہ تجلی ذات انبیاء کے نصیب نہیں ہے۔ اور تابعداری کے سبب ان کے کامل کو نصیب ہے۔ حاشا وکلا کہ کوئی اس سے یہ مطلب تصور کرے۔ کیونکہ اس میں اولیاء کی انبیاء پر زیادت ہے بلکہ اس تجلی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص ہونا اس معنی کے اقتدار سے ہے۔ کہ دوسروں کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی طفیل اور تبعیت سے ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام و السلام کو اس تجلی کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہے۔ اور اس اُمت کے کامل اولیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے سبب سے انبیاء علیہم السلام و السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت غلطی کے دسترخوان پر اس بیکے طفیل اور عیسیٰ ہیں۔ اور اولیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہیں خوردہ کھانے والے۔ اور عیسیٰ طفیل اور خادم پس خوردہ کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے۔ اس مقام پر قدم لغزش کھا جاتا ہے۔

اس شبہ کی تحقیق میں اس فقیر نے اپنے مکتوبات اور رسالوں میں کئی قسم کی وجہیں ذکر کی ہیں۔ اعلیٰ

حق وہی ہے جس میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سوتلے میں تحقیق کیا ہے۔

آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگرچہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اس تجلی سے کامل حصہ حاصل ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس ولایت خاصہ نے ان کی امتوں کے ادایا میں اثر نہیں کیا ہے۔ اور اس تجلی سے وافر حصہ حاصل نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ جب ان کی اصولوں میں یہ دولت طفیلی اور انکاسی ہو تو فروع میں عکس العکس کے طریق پر کیا پہنچے۔ اس معنی کا مصداق کشف صریح ہے نہ استدلال عقلی۔

اور یہ جو پہلے مذکور ہوا ہے کہ کامل تابعدار کمال متابعت کے سبب اپنے مقبوعوں کے کمالات جذب کر لیتے ہیں، مراد ان سے مقبوعوں کے اصل یہ کمالات ہیں ذکر مطلقاً تاکہ تناقض پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ لوگ انبیاء میں سے اپنے ہر ایک نبی کی مخصوص ولایت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ اور سب امتوں کے درمیان یہی امت تابعداری کے سبب اس تجلی سے مخصوص ہے۔ اور اس دولت غلطی سے مشرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امت خیرالام ہے۔ اور اس امت کے علمائے اسرائیل کی طرح ہیں :

ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بختنا ہے
اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

دل نے چاہا کہ اس ولایت خاصہ کے کچھ فضائل و خصائص لکھے۔ لیکن وقت کی تنگی نے مدد نہ کی اور کافذ نے کوتاہی کی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے علوم و معارف بھاری ٹول کی طرح برس رہے ہیں۔ اور عجیب غریب اسرار پر اطلاع بخش رہے ہیں۔ اس دانہ کے محرم اپنی اپنی استعداد کے موافق میرے بزرگوار فرزند ہیں۔ اور دوسرے دوست چند روز حضور میں ہیں اور چند روز غیبت میں۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ ولی ہر چند ولی ہو صحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق حد سے بڑھ کر ہے۔ صحیفہ گرامی جو اس حقیر کے نامزد فرمایا تھا اس کے پہنچنے سے مشرف ہوا۔ اعمال کو قاصر دیکھنا بڑی بھاری نعمت ہے۔ لیکن تو سوا احوال تمام امور میں اچھا ہے۔ افراط و تفریط کی طرح حد اعتدال سے باہر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرٍ مِّنْ أَتْبَاعِ
الرَّهْدَىٰ وَالَّذِينَ تَابُوا مَتَابِعَهُ الْمَصْطَفَىٰ عَلَيْهِ
وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّلِيْمَاتُ

اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جو ہدایت
پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر ۲۴۹

میرزا داراب کی طرف صادر فرمایا :

حضرت سید المرسلین والآخرین کی متابعت کے فضائل اور اس پر مترتب کمالات اللہ اس کے ساتھ

مخصوص مراتب کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی جِبَادِہِ الَّذِیْنَ اَصْلَفَ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام

آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی خلاصی حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر وابستہ ہے۔ آپ ہی کی متابعت سے حق تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام میں پہنچتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے تجلی ذات سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبہ عبدیت میں جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیت کے حاصل ہونے کے بعد ہے سرفراز فرماتے ہیں۔ اور آپ کے کامل تابعداروں کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح فرماتے ہیں۔ اور اُولُو الْعِزْمِ پیغمبر آپ کی متابعت کی آرزو کرتے ہیں۔ اور اگر مومن علی الصلوٰۃ والسلام آپ کے زمانہ میں زندہ ہوتے تو آپ ہی کی تابعداری کرتے۔ اور عیسیٰ روح اللہ کے نازل ہونے اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے کا قصہ مشہور و معلوم ہے۔ آپ کی اُمت آپ کی متابعت کے سبب خیر الالم ہوئی ہے۔ اور اس میں سے اکثر اہل جنت ہیں۔ قیامت کے دن آپ کی تلبیلا کی بدولت تمام اُمتوں سے پہلے آپ کے اُمتی بہشت میں جائیں گے۔ اور ناز و نعمت حاصل کریں گے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آخوانہ وسلم کی متابعت اور سنت کو لازم پکڑیں اور شریعت حقہ کے موافق اعمال بجالائیں۔

دوسرے یہ کہ شیخ اسماعیل کی سفارش کرتا ہے جو معارف آگاہ حاجی عبدالحق کے دوستوں میں سے ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۵۰

بعض مستفادوں کے حل میں مولا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و صلوة اور تبلیغ و دعوات کے بعد واضح ہو کہ اس طرف کے فقرا کے اعمال و انصاف حمد کے لائق ہیں

اور آپ کی ماقیت حق تعالیٰ سے مطلوب و مطلوب ہے۔

آپ کا مکتوب شریف صادر ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ ذوق و خوشی جو اول حاصل تھی۔ اب اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ اور اس بات کو اپنا تنزل جانتا ہے، سو میرے بھائی کو معلوم ہو کہ پہلی حالت اہل وجد و سماج کی طرح تھی جس میں جسد کو کامل و محل تھا۔ اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں ہے اس کا زیادہ تر تعلق قلب و روح کے ساتھ ہے۔ اس معنی کا بیان کرنا تفصیل چاہتا ہے حاصل یہ کہ دوسری حالت پہلی حالت سے کئی مرتبہ برکھ کر ہے۔ اور ذوق کا نہ پانا اور خوشی کا دور ہونا، ذوق و خوشی کے پانے سے برتر ہے۔ کیونکہ نسبت جس قدر جمالت اور حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو۔ اسی قدر اصل اور مقصود حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔ اس لیے کہ اس مقام میں عجز و جہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے۔ جہل کو معرفت سے تعمیر کرتے ہیں۔ اور عجز کا نام اور اک رکھتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس نسبت کی وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی۔ ہاں تاثیر جلدی نہیں رہی، لیکن تاثیر روحی زیادہ تر حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن ہر ایک شخص اس کا اداک نہیں کر سکتا۔ لیکن کیا کیا بانٹے آپ کی صحبت اس فقیر کے ساتھ بہت کم ہوئی ہے۔ اور علوم و معارف خاصہ بہت کم مذکور ہوئے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا کہ دوبارہ صحبت حاصل ہو۔ اور پھر چند روز باہم اکٹھے رہیں۔

نیز آپ نے دریافت کیا تھا کہ باوجود زرا دوری کے اس زمانہ میں مکہ معظمہ جانا فرض ہے یا نہیں؟ میرے مخدوم! اس بارہ میں فقہ کی رعایتوں میں بہت اختلاف ہے۔ اور اس مسئلہ میں مختار فقہیہ الیٰ شریعتہ الشریعہ کا فتوئے ہے، جو اُس نے کہا ہے کہ اگر لاسنہ میں امن اور عدم ہلاک کا ظن غالب ہے تو اُس کی فرضیت ثابت ہے، ورنہ نہیں۔ لیکن یہ شرط و وجوب ادا کی شرط ہے نہ کہ نفس و وجوب کی۔ کہا ہوا صحیح۔ پس اس صورت میں حج کی وصیت واجب نہیں ہوتی۔ چونکہ وقت نے موافقت نہ کی۔ اس لیے آپ کے دوسرے استفساروں کے جواب کو کسی دوسرے مکتوب پر موقوف رکھا۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۵۱

مولانا محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا:

غلامیہ و اشرف کے فضائل اور حضرت خلیفہ کی فضیلت اور حضرت امیر کے بعض خاصات اور اصحاب کرام علیہم السلام کی تعلیم و توفیق اور ان کے درمیان ہجرتوں اور ملازموں کو حاصل صحیح پر عمل کرنے اور

اُس کے متعلق بیان میں۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے سادات مند بھائی محمد اشرف کو معلوم ہو کہ بعض علوم غریبہ اور اسرار عجیبہ اور مواہب لطیفہ اور معارف شریفین میں سے اکثر حضرات شیخین ذوی النورین و حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعیں کے فضائل و کمالات سے تعلق رکھتے ہیں اپنی ناقص سمجھ کے موافق لکھتا ہے، گو مشہور شخص نہیں۔ حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کمالات محمدی کے حاصل ہونے اور ولایت مصطفوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے درجوں کے پہنچنے کے باوجود گذشتہ انبیاء کے درمیان بجانب ولایت میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور جانب دعوت میں جو مقام نبوت کے مناسب ہے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں، اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ اس لیے نبوت کی جانب سے ولایت کی جانب ان میں غالب ہے۔ اور حضرت امیر میں بھی اس مناسبت کے باعث ولایت کی جانب غالب ہے۔ اور خلفائے اربعہ کے تعینات کے مبادی جہالت کے اختلاف کے بموجب اجمال اور تفصیل طور پر صفت العلم ہے۔ اور وہ صفت باعتبار اجمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے۔ اور باعتبار تفصیل کے حضرت خلیل علیہ السلام کا رب اور اجمال و تفصیل کی برزخیت کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کا رب ہے۔ جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کا رب صفت الکلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رب صفت القدرت اور حضرت آدم علیہ السلام کا رب صفت التکوین ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیق و حضرت فاروق و مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوجہ کو اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت امیر و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی کے بوجہ کو اٹھانے والے ہیں اور حضرت ذی النورین کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دو طرف کے بوجہ اٹھانے والا فرمایا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں۔ اور چونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بار نبوت اٹھانے والے ہیں۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ مقام دعوت جو تہذیب نبوت سے پیدا ہوا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد باقی تمام انبیاء کے درمیان ان میں اتم و اکمل ہے اور ان کی کتاب قرآن مجید تمام نازل شدہ کتابوں سے بہتر ہے۔ اسی واسطے ان کی

امت گزشتہ امتوں کی نسبت زیادہ بہشت میں جاسکے گی۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی امت تمام شریعتوں اور امتوں سے افضل و اکمل ہے یہی وجہ ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے افضل پیغمبر کو اس کی قربت کی متابعت کا امر کیا گیا ہے۔ آیت کریمہ :

ثُمَّ آدَجْنَاهُ إِلَى الْيَمِّ أَنْ يَتَّبِعَهُ لَعَلَّ رَازِقُهُ يُعْطَى
پھر ہم نے تیری طرف وحی بھی کر لیت ابراہیم کی تابعداری
کر کر وہ راہ راست پر چلنے والا ہے۔

اس مضمون کی شائد ہے اور حضرت مہدی موعود کہ اس کا رب بھی صفت العظم ہے حضرت امیرؑ کی طرح حضرت عیسیٰ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ مگر ایک قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے اور دوسرا قدم حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے سر پر۔

اور جانا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت، ولایت مہدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف واقع ہوئی ہے اور ولایت عیسیٰؑ اس ولایت کے بائیں طرف اور چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت مہدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل ہیں۔ اس لیے شائع و اولیا کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں۔ اور حضرت امیر کے کمالات حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات کی نسبت اکثر اولیا نے عظام پر جو کمالات ولایت سے مخصوص ہیں۔ زیادہ تر ظاہر ہوئے ہیں۔ اگر شیخینؑ کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیا نے عظام کا کشف حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حکم کر دیتا۔ کیونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے مشابہ ہیں۔ اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے طعن سے کوتاه ہے۔ اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث راہ میں ہیں۔ ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلہ میں مطروح فی الطريق (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔ کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کے لیے بمنزلہ زینہ کے ہیں۔ پس مقدمات کو مقدمہ کی کیا خبر ہے۔ اور مطالب کو مبادی سے کیا شعور۔ آج یہ بات مہذب نبوت کے بعد کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار اور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا بائیں ۵

در پس آئینہ طوطی صفتم و اشتہ اند
ہر چہ استناد ازل گفت ہماں سیگویم

مجھے آئینہ کے جیسے طوطی کی طرح دکھایا ہے۔ جو کائنات و ازل نے کہا میں وہی کتابوں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس گفتگر میں علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ

موافق ہوں۔ اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔ ان کے استدلالی علم کو مجھ پر کشفی اور اجمالی کو تفہیلی کیا ہے۔

اس فقیر کو جب تک کو مقام نبوت کے کمالات تک اپنے نبی کی متابعت میں نہ پہنچایا۔ اور کمالات سے پورا حصہ عطا نہ فرمایا تھا۔ تب تک شیخین کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ بخشی تھی۔ اور تقلید کے سوا اُسے کوئی راہ نہ دکھایا تھا۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْلَا اَنَّ هٰذَا مِمَّا اَلَلّٰهُ لَفَدَدْنٰۤی
تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک
ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ کھسا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام بہشت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے دل میں گرا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے اس مقام کی کیا خصوصیتیں ہوں گی۔ تو جبرہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا گویا حضرت صدیق بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کے پڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ اور ایسا مشہور ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نور سے بھرا ہوا ہے۔

اس حقیقہ کی نظر میں حضرات شیخین کے لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان علیحدہ شان اور الگ وجہ ہے۔ گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف علو و سفلی یعنی بلندی اور پستی کا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی غلیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان حضرت کے ساتھ ہمسرانی یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیائے امت کا دہاں کیا داخل ہے۔

ابن بس کہ رسد زود بانگ برسم !

یہی کافی ہے کہ دوسرے گنتی کی آواز سنائی دیتی رہے۔

یہ لوگ کمالات شیخین رضی اللہ عنہ سے کیا حاصل کریں۔ یہ دونوں بزرگوار اپنی بزرگی و کلائی کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں معدود اور ان کے فضائل کے ساتھ موصوف ہیں۔

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :-

لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَّكَانَ عَمَّامًا
اگر میرے پیچھے کوئی نبی ہوتا تو البتہ عمر ہوتا۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی ماتم پر ہی کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صحابہ کی مجلس میں کہا کہ :

مَاتَ تِسْعَةُ أَعْتَارِ الْعِلْمِ

آج نو حصے علم فوت ہو گیا۔

جب بعض میں اس معنی کے سمجھنے میں توقف رہا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم یا اللہ ہے نہ علم حیض و نفاس۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا بیان کیا جائے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسے کہ مخیر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔ اور وہ انقطاع یعنی کی جو حضرت فاروقؓ کو حضرت صدیقؓ سے ہے اس انقطاع و کمی سے زیادہ ہے۔ جو حضرت صدیقؓ کو حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہیے کہ دوسروں کا حضرت صدیقؓ سے انقطاع کس قدر ہوگا۔ اور حضرات شیخینؓ موت کے بعد بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہوئے اور ان کا شہر بھی یکساں ہوگا۔ جیسے کہ فرمایا ہے۔ پس ان کی فضیلت قرابت کے باعث ہوگی۔

تفصیل البضاحت یعنی بے سرو سامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے اور ان کے فضائل کیا ظاہر کرے ذرہ کی کیا طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے۔ اور قطرہ کی کیا جمال کہ بحر عمان کی بات زبان پر لائے۔

اُن اولیاء نے جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں اور ولایت و دعوت کی دونوں طرفوں سے حقہ رکھتے ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں سے علمائے مجتہدین نے کشف مصحح کے فوراً اور اخبار صادقہ اور آثار کتابہ سے شیخین رضی اللہ عنہم کے کمالات کو دریافت کیا ہے۔ اور ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر اجماع کیا ہے اور اس کشف کو جو اس اجماع کے بوضوفاً ظاہر ہو، غلط خیال کر کے اس کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے۔ اور کس طرح ایسے کشف کا اعتبار کیا جائے جب کہ صدر اول میں ان کی افضلیت صحیح ہو چکی ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے :-

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ

قَالَ كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو جو بکبر پھر عمرؓ پھر عثمانؓ

وآلہ وسلم لَا تَعْدِلُ بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ شَأْنٍ

کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ و

عَمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ تَرَكْنَا أَصْحَابَ

آلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے۔ یعنی ان کے

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلُ

درمیان ایک دوسرے کو فضیلت دیتے تھے۔

بَيْنَهُمْ۔

(حاشیہ صفحہ ۵۷۴) ۱۔ ترمذی شریف، البریلی، طبرانی، حاکم و ابونعیم۔

اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے :

قَالَ كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَفْضَلُ أُمَّةٍ أَلْفِيهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ أَجْمَعِينَ ثُمَّ عَمُرُ نَعْمَ عُمَانُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ -

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب امت میں سے افضل ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے وہ ارباب سکرا اور اولیائے غیر جرع میں سے ہیں۔ جن کو کمالات نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہے۔ اور آپ کی نظر میں آیا ہوگا کہ فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اسی نبی کی ولایت ہو۔ اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے برخلاف کہا وہ مقام نبوت کے کمالات سے جاہل ہے۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا۔

اور آپ کو معلوم ہے کہ اولیائے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ علی نقشبندیہ حضرت صدیق ہدیٰ کی طرف منسوب ہے۔ پس صوکی نسبت ان میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم ہوگی۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے کمالات ان پر نظر ہوں گے۔ ناچار ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر۔ میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ اس معاملہ میں برابر ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اگر ہزاروں میں سے ایک بھی اس صفت کا بل جانے تو غنیمت ہے میرا خیال ہے کہ حضرت محمدی موعود جو ولایت کی اکیلیت کے لیے مقرر ہیں ان کی نسبت حاصل ہوگی۔ اور اس سلسلہ علیہ کی تیس ویکس فرمائیں گے۔ کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے نیچے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات سے بہت کم حصہ حاصل ہے۔ اور یہ ولایت حضرت صدیق کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کمالات سے وافر حصہ رکھتی ہے۔ جیسے کہ ابھی بیان ہو چکا۔ ج

یہ ہیں تفادات رہ از کجاست تا کجبا

و یکم و دوزوں راستوں میں کس قدر فرق ہے۔

اسے بھائی! چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ابو جبرائیل اٹھانے والے ہیں اس لیے اقطاب ابدال و اوتاد (جو اولیائے عزت میں سے ہیں۔ اور کمالات ولایت کی جانب ان میں غالب ہے) کے مقام کی تربیت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی امداد و اعانت کے سپرد ہے۔

۱۔ اولیاء کرام کی مدد کا انکار کرنے والے حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے اس عقیدہ پر نذر فرمائیں۔

قطب الاقطاب یعنی قطب مدار کا سر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت و رعایت سے اپنے ضروری امور کو سرانجام کرتا اور مداریت سے عمدہ براہوتا ہے۔ حضرت ناظم اور امین بھی اس مقام میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شریک ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب بزرگ ہیں اور سب کو بزرگی سے یاد کرنا چاہیے۔

خلیب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَنِي أَصْحَابًا
وَأَخْتَارَنِي وَهُمْ أَصْحَابًا قَانَصَا
فَمَنْ حَفِظَنِي فِيهِمْ حَفِظَهُ اللَّهُ وَمَنْ
آذَانِي فِيهِمْ آذَاهُ اللَّهُ تَعَالَى۔
اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب کو پسند
کیا اور ان میں سے بعض کو میرے لیے پرستہ دار اور
مددگار پسند کیا پس ہر شخص نے ان کے حق میں مجھے محفوظ
رکھا اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور جس نے ان کے
حق میں مجھے ایذا دی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایذا دی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ:

مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَقَلْبُهُ لَعْنَةُ اللَّهِ
وَاللَّكُمُ كِفَّةٌ وَالتَّائِبُ أَجْمَعُونَ۔
جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ
اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

اور ابن ہادی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَسْرَارَ أُمَّتِي أَجْرُهُمْ عَلَى أَصْحَابِي
میری امت میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب
پر دلیہ ہیں۔

اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ نیک محفل پر محمول کرنا چاہیے۔ اور ہرگز
تعصب سے دور سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ مخالفین تاویل و اجتہاد پر مبنی تھیں، نہ ہواؤ جو س پر۔ یہی
اہل سنت کا مذہب ہے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے۔ اور حق حضرت
ایضاً کی طرف تھا۔ لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی کی طرح تھی۔ اس لیے ملامت سے دور ہے اور اس کی

کوئی مواخذہ نہیں ہے، جیسے کہ شائع مواقع، آمدنی سے نقل کرتا ہے کہ جملہ مصنفین کے واقعات اجتہاد سے جوئے ہیں۔

اور شیخ ابوشامہ شمس نے تمہید میں تصریح کی ہے اہل سنت و جماعت اس بات پر ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بیچ ان کے تمام اصحاب کے جہان کے ہمراہ تھے سب خطا پر تھے۔ لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی۔ اور شیخ ابن حجر نے صراحہ میں کہا ہے کہ حضرت معاویہ اور امیر کے درمیان جھگڑے اندرونی اجتہاد کے جوئے ہیں۔ اور اس قول کو اہل سنت کے معتقدات سے فرمایا ہے۔

اور شائع مواقع نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ وہ منازعات اندرونی اجتہاد کے نہیں جوئے۔

معلوم نہیں اصحاب سے اس کی مراد کونسا گروہ ہے۔ جبکہ اہل سنت اس کے برعکس حکم دیتے ہیں۔ جیسے کہ گورچکا۔ اور قوم کی کتاب میں خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں۔ جیسے کہ امام غزالی رحمہ اور متناہی ابوبکر رحمہ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق و ضلال کا گمان بازنہیں ہے۔

قاضی نے شفا میں بیان کیا ہے:

قَالَ مَا لَكَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ سَلَّمَ
أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ
وَعُمَانٌ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ فَإِنْ قَالَ
كَأَنَّا عَلَى ضَلَالٍ وَكُفْرٍ أَوْ لَنْ شَتَمَ بَعْضُ
هَؤُلَاءِ مِنْ مَشَائِكِ النَّاسِ نُحِبُّ
لَكَ لَا تَسْتَوِدُّ أَفَلَا يَكُونُ لِحَادِثٍ عَلَيَّ
كَفَرَةٍ كَمَا زَعَمَتِ الْغَلَاةُ مِنْ

حضرت امام باک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب
میں سے کسی کو لعین ابوبکر رحمہ و عمرہ و عثمان رحمہ
بن العاص رحمہ کو گالی دی۔ اور کہا کہ وہ کفر اور کفری
پر تھے یا اس کے سوا اور کوئی گالی نکالی جس طرح
لوگ ایک دوسرے کو گالی نکالتے ہیں۔ تو وہ لعنت
غلاب کا مستحق ہوا۔ کیونکہ حضرت امیر کے ساتھ
لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسے کہ بعض غلاب

۱۔ یعنی میر سید شریف علی بن محمد ربانی متوفی ۱۰۱۰ھ

۲۔ یعنی سید الدین ابوالحسن علی بن ابی علی محمد بن سالم تعلیمی ۱۰۱۰ھ و وفات الامان۔

۳۔ محمد بن اسید بن شیب الغنی۔

۴۔ یعنی شیخ شباب الدین احمد بن حجر المیثقی زہری کو مستند۔

الرُّضْصَةُ وَلَا فَسَقَةً كَمَا زَعَمَ الْبَغْمُ
وَكَسْبَهُ شَارِحُ الْمَوَاقِفِ إِلَى كَثِيرٍ
مِنْ أَصْحَابِهِ كَيْفَ وَقَدْ كَانَتْ
الْحَقِيقَةُ لَهُ وَطَلْحَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ
وَكَثِيرٌ مِنَ أَصْحَابِ الْكِرَامِ مِنْهُمْ
وَقَدْ قُتِلَ الطَّلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ قَالِ
الْجَمَلِ قَبْلَ خُرُوجِ مُعَاوِيَةَ مِمَّنْ ثَلَاثَةٌ
عَشَرَ أَلْفًا قَتَلَ قَتَضِيلُهُمْ وَ
تَفْسِيفُهُمْ وَمَا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي قَلْبِهِ قَرَحٌ وَفِي
بَاطِنِهِ خُبْنٌ

دافنیوں کا خیال ہے۔ اور نہ ہی فسق پر تھے جیسے
کہ بعض نے خیال کیا ہے، اور بہت سے اصحاب کی
طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے
جب کہ حضرت صدیقِ اکبر اور طلحہ اور زبیر اور
بے شمار کرام انہی میں سے تھے۔ اور طلحہ اور
زبیر نے جمل کی لڑائی میں معاویہؓ کے خروج سے
پچھلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے ہیں
ان کو نسلات اور فسق کی طرف منسوب کرنے پر
سرائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور
اس کے باطن میں خبیث جو کوئی مسلمان دیر
نہیں کرتا۔

اور یہ جو بعض فقہاء کی عبارتوں میں جو کہ لفظ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں واقع ہوا ہے اور کہا ہے کہ
معاویہؓ جبر کرنے والا امام تھے تو اس جو رسے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ
میں وہ خلافت کا حق دار نہ تھے۔ نہ کہ وہ جو جس کا انجام فسق و فسادات ہے تاکہ اہل سنت کے اقوال کے
موافق ہو۔ اور نیز استقامت والے لوگ ایسے الفاظ بولنے سے جن سے مقصود کے برخلاف وہ ہم پیدا
ہو، پر ہیز کرتے ہیں۔ اور خطا سے زیادہ گناہ پسند نہیں کرتے۔ اور وہ کس طرح جائز ہو سکتے ہیں، جبکہ
صحیح و تحقیق ہو چکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھے۔ جیسے کہ صواعق میں ہے
اور حضرت سنان جاسمی نے جو خط لکھے منکر کہا ہے اس نے بھی زیادتی کی ہے۔ خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا
ہے اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ اگر وہ لعنت کا مستحق ہے تو یہ بھی نامناسب کہا ہے۔ اس کی تردید کیا
حاجت ہے۔ اور اس میں کوئی اصل اشتباہ ہے۔ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتے تو بے شک جائز تھا
لیکن حضرت معاویہؓ کے حق میں گناہ برابر ہے۔ اور احادیث بخاری میں مقبرہ و ثقافات کی اسناد سے مراد یہ ہے
کہ حضرت مغیرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاویہؓ کے حق میں یہ دعا کی ہے :

اللَّهُمَّ عَلِمْنَا الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ
وَقَوْلَ الْعَذَابِ

یا اللہ تو اس کو کتاب و حساب سکھا اور عقاب
سے بچا۔

اور دوسری جگہ دعائیں فرمایا :

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَمُهْدِيًا۔ یا اللہ قراس کو ہادی اور مہدی بنا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مقبول ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات مولانا سے سو فیسیان کے طور پر سرزد ہوئی ہوگی۔ اور نیز مولانا نے انہی آیات میں نام کی تصریح نہ کر کے کہا ہے کہ وہ صحابی اور ہے۔ اور یہ عبارت بھی ناخوشی سے خبر دیتی ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ لَمْ يَسْمَعْ فَكُنَّا لَا تُؤَاخِذُنَا

یا اللہ ہم کو بخوبی چوک پر موانع نہ کر۔

اور وہ جو بعض نے امام شیعہ سے معاویہ کی مذمت میں نقل کیا گیا ہے۔ اور اس کی بُرائی کو فسق سے برتر بیان کیا ہے۔ اس نقل کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی مان لیا جائے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو اس کے شاگردوں میں سے ہیں، اس نقل کے زیادہ مستحق تھے۔ اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کے معاصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں۔ معاویہ اور عمرو بن العاص کے گال دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔ جیسے کہ اوپر ذکر چکا۔ اگر وہ گالی کا مستحق ہوتا تو اس کے گال دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے، تو معلوم ہوا کہ اس کو گالی نکالنا کبیرہ گناہ جان کر اس کے گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔ اور نیز اس کو گالی دینا ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کی طرح خیال کیا ہے۔ جیسے کہ اوپر ذکر چکا۔ تو حضرت معاویہؓ کی بُرائی کے متعلق نہیں ہیں۔

اسے بجا ہی! معاویہؓ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہے۔ کم و بیش آدھے اصحاب کرام اس کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کا فر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اہمیتا دَاٹھ جاتا ہے۔ جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کر سکتا۔

اے براود! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور ان کے قاتلوں سے ان کا قصاص طلب کرنا ہے۔ طلحہ وزیر رضی اللہ عنہما جو اقل مدینہ سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے۔ اور حضرت صدیق نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور جنگ جمل جس میں تیرو ہزار آدمی قتل ہوئے۔ اور طلحہ وزیر بھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں قتل ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے باعث ہوا ہے۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے اُکران کے ساتھ شریک جو کر جنگ صفین کیا۔

امام خوالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ جسکذا امر خلافت پر نہیں ہوا۔ بلکہ قصاص کے لیے ہونا کے لیے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدا میں ہوا ہے۔ اور شیخ ابن حجر نے بھی اس بات کی اہل سنت

کے مقتدا سے کہا ہے۔ اور شیخ ابو شکور سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بزرگ علمائے خفیہ میں سے ہیں کہا ہے کہ حضرت معاویہ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑے خلافت کے بارہ میں ہوئے ہیں۔ کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ:

إِذَا أَمَلَكْتَ النَّاسَ فَأَذِقْ بِهِمْ

جب تو لوگوں کا مالک بنے تو ان کے ساتھ نرمی کر
 شاید اس بات سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا طمع پیدا ہو گیا ہو۔ لیکن وہ اس اجتماع میں خطاب کرتے، اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ حق پر کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد تھا۔ اور اسی وقت قتل کے درمیان موافقت اس طرح رہے کہ جو مسکتا ہے کہ اس منازعت کا منشا قصاص کی تاخیر جو۔ اور پھر خلافت کا طمع بھی پیدا ہو گیا ہو۔ بہر تقدیر اجتماع اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ اگر خطاب رہے تو ایک درجہ اور حق والے کے لیے دو درجے بلکہ دس درجے۔

اسے برادر! اس امر میں بہتر طریق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ عنہ کے لڑائی جھگڑوں سے فائز رہیں۔ اور ان کے ذکر اذکار سے منہ موڑیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

إِنَّا كَرِهْنَا مَا شَجَرَ بَيْنَ أَصْحَابِي

میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ہیں ان سے
 اپنے آپ کو بچاؤ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا۔

یعنی جب میرے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو زبان کو رکھو۔

(طبرانی)

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اللَّهُ أَكْبَرُ فِي أَصْحَابِي لَا تَمُخِّذُوا هُمْ

یعنی میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو
 اور ان کو اپنے تئیں کا نشانہ نہ بناؤ۔

عَرَضًا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور نیز عمر بن عبد العزیزؒ سے بھی منقول ہے کہ:

وَلَيْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللَّهُ عَنْهَا أَيْدِيَنَا

یہ وہ عمل ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک
 کیا ہے تاکہ تم اپنی ناپاکیوں کو ان سے پاک نہ کر لو۔

فَلْيُطَهَّرْ عَنْهَا أَلْسِنَتُنَا۔

۱۔ مسلم شریف و ابن ابی شیبہ طبرانی و امام احمد۔ ۲۔ ابن اثیر بغدادی نے نہایت الغریب میں روایت کی۔

۳۔ شکوۃ شریف ابوالرحمنی۔

اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیے۔ اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہیئے۔

یزید بدیخت نامعلوم کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے۔ کیونکہ انہوں نے عتق شخص کے لیے اگرچہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی۔ مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا تہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابو لبیب جہنی اور اس کی عورت زبیر کہ وہ لعنت کے لائق نہیں:

إِنَّ الَّذِي يُوْذُوْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

جاننا چاہیے کہ جو اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے امامت کی بحث چھیڑ رکھی ہے اور اصحاب کرام علیہم السلام کی مخالفت کی نسبت گفت گو بنظر کی ہوئی ہے۔ اور جابل اہل تاریخ اور کس شس بدعتیوں کی تقلید پر اکثر اصحاب کرام کی نیکی سے یاد نہیں کرتے۔ اور کئی نامناسب امور ان کی جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس لیے جو کچھ معلوم تھا، تحریر میں لاکر دوستوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

قَالَ عَلَيْهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِذَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ظَهَرَ الْفِتْنُ أَذْوَ قَالَ إِلَيْدُمْ وَ سُبْحَتْ

جب فتنہ اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے

أَصْحَابِي نَلْظُهُمُ الْعَالِمُ عَلَيْهِ فَهَمَّ لَمْ يَفْعَلْ

اصحاب لگا لیاں دی جاویں تو عالم کو چاہیے کہ

ذَلِكَ فَعَالِيَهُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلِكَةِ كَالنَّاسِ

اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا،

أَجْمَعُونَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ عَذَابًا وَلَا

اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت

قَرْضًا۔

ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و فعل قبول نہ کرے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ سلطان وقت اپنے آپ کو حنفی مذہب قرار دیتا ہے اور اہل سنت و جماعت میں سے جانتا ہے۔ ورنہ مسلمانوں پر کام بہت تنگ ہوتا۔ اس بڑی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

یہ چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں۔ اور زید و عمر کی باتوں کو نہ نہیں جھوٹے فتیوں پر کام کا مدار رکھنا اپنے آپ کو فرائض کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے تاکہ نہایت کی امید پیدا ہو۔ وَ دَدْتُكَ خَطَا الْقَتَا وَ دَرَجَ فَا مَدَةُ تَكْلِيْفَ هُ۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ سَائِرِهِمْ أَتَمَّ

اور سلام ہر آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت

۱۵ صلاحتن محرقہ مصنف علامہ ابن حجر کی رحمة اللہ علیہ۔

۱۶ سورة احزاب، پارہ ۲۲۔

الْهُدَى وَالْقُرْآنَ مُتَابَعَةً الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ
وَعَلَى آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :
افتیامی کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی متابعت کو لازم فرمایا۔

مکتوب نمبر ۲۵۲

بعض سوالات کے جواب میں جناب شیخ ربیع الدین کی طرف ملاحظہ فرمایا :
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی جَمَاعَةِ الَّذِیْنَ اَخْلَفَ اللّٰہُ کِمْدَہِہٖ اُوَاسِہٖ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو
برادر ارجمند کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے چند استفسار درج کیے تھے۔ ان
کے جواب میں آپ کو معلوم ہو کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعین کا مبدیہ
صفت العلم ہے جیسے کہ تعین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدیہ صفت ہے فرق جہات و اعتبارات
کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اس صفت کی ایک جانب عالم کی طرف ہے۔ اور دوسری معلوم کی طرف۔ پہلی جانب
وحدت کے مناسب ہے اور دوسری کثرت کے موافق۔ اور اس صفت کے لیے بھی اجمال و تفصیل ہے کہ
ہر ایک اس بزرگ کے مبدیہ تعین کے اعتبار سے ہے۔

دوسرے وہ معارف جو بار نبوت و ولایت کے برداشت کرنے سے متعلق تھے۔ وہ اس خط میں
جو خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا تھا مفصل درج ہو چکے ہیں۔ دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ وہاں سے
معلوم کر لیں۔

دوسرے یہ فقیر نے چاہا کہ اس استفسار کے جواب میں کہ قطب و غوث و خلیفہ کے درمیان کیا
فرق ہے کچھ لکھیں۔ لیکن اذن نہ ہوا۔ ان کو دوسرے وقت پر موقوف رکھیں۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۵۳

مشیت پناہ شیخ ادریس سامانی کی طرف ملاحظہ فرمایا :

چند سوالات کے جواب میں اور اس لاء کی بے نہایتی اور رمزد اجمال کے طور پر برہنہ کے
بعض مقامات و نوازل کی تفصیل کے بیان میں۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں۔

اور آپ کی خیر دعائیت اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ طریقہ پر استقامت و ثابت قدمی اللہ تعالیٰ سے مطلوب و مطلوب ہے۔

ان احوال و واجید کا بیان جو مولانا عبداللہ بن علی بن ابی طالب کے حوالہ کیا تھا۔ مولانا نے مفصل طور پر ظاہر کر کے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا۔ اور اگر آسمان کی طرف نظر کرتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا۔ اور جس کسی کے آگے جاتا ہوں اس کا وجود بھی نہیں پاتا، اور ایسے ہی عرض کر رہا ہوں کہ کسی و بہشت و دوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا، اور اپنا وجود بھی نہیں جانتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے اس کی ہدایت کو کسی نے معلوم نہیں کیا۔ بزرگ بھی اسی جگہ تک رہ گئے ہیں اور یہاں تک اگر سیر سے عاجز ہو گئے ہیں۔ اور اس صفحہ سے زیادہ کچھ اختیار نہیں کیا۔ اگر آپ بھی اس کو کمال جانتے ہیں اور اسی مقام میں ہیں تو پھر میں آپ کے پاس کس لیے آؤں اور کیوں تکلیف آٹھاؤں۔ اور آپ کو بھی تکلیف دوں۔ اور اگر اس کمال کے سوا کوئی اور امر جو تو اطلاق بخشیں۔ تاکہ ایک اور بار کے ساتھ جو درد و طلب بہت رکھتا ہے وہاں آؤں۔ اسی تردد کے حاصل ہونے کی وجہ سے چند سال تک وہاں آنے میں توقف رہا۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال قلب کے تلویحات سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے احوال والے شخص نے قلب کے مقامات سے ابھی جو حقے حصے سے زیادہ طے نہیں کیا۔ مقامات قلب سے تین حصہ اور طے کرنے چاہئیں تاکہ قلب کا معاملہ پورے طور پر طے ہو۔ اور پھر قلب کے آگے روح اور روح کے آگے سر اور سر کے آگے خفی اور اس کے بعد انفی ہے۔ ان باقیماندہ چاروں میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ احوال و واجید ہیں۔ اور سب کو جدا جدا طے کرنا چاہیئے۔ اور ہر ایک کمالات سے آراستہ ہونا چاہیئے۔ عالم امر کے ان پنج گانہ لطائف سے گزرنے اور ان کے اصولوں کی منازل کو درجہ بدرجہ طے کرنے اور اسما و صفات کے ظنی مدارج کو جو ان اصول کے اصول ہیں۔ درجہ بدرجہ قطع کرنے کے بعد اسما و صفات کی تجلیات اور شیونات و اعتبارات کے ظہورات ہیں۔ اور ان تجلیات سے گزر کر آگے تجلیات ذات ہیں۔ تب نفس کے اطمینان سے معاملہ چلتا ہے۔ اور پورے دیکھنا کہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ وہ کمالات جو اس مقام میں ہیں۔ ان کے مقابلہ میں پہلے کمالات ایسے ہیں جیسے کہ دریا نے محیطنا پیدا کنار کے مقابلہ میں قلو۔ اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔

کار این است غیر این ہمسایہ

اصل کام یہ ہے باقی سب بیج ہے۔

۱۰۰ نمونہ گن گن کرنا۔ ان تصوف کی اصطلاح میں مقامات فقر میں سے ایک مقام کا نام ہے۔

اسما وصفات کی وہ تجلیات جو عالم اس کی ان پنج گانہ منزلوں کو جمع ان کے اصول اور اصول کے قطع کرنے سے پہلے متوہم ہوتی ہیں۔ وہ عالم امر کے بعض خواص کے ظہورات ہیں جو بے چونی اور لامکانیت سے کچھ حقہ رکھتے ہیں ذکر اسما وصفات کی تجلیات۔ ایک ساک نے اسی مقام میں کہا ہے کہ میں تینتیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔ پس وصول کہاں ہے اور سیری کس کے لیے ہے۔

كَيْفَ الْوُصُولُ إِلَى سَعَادَةٍ دُونَ هَآ
قَلَّلَ الْجِبَالِ دُونَ هَآ تَحْيُوفِ

سادہ مشورہ کہ سہ پہنچا بہت مشکل ہے، کیونکہ اس کے اور نیزے درمیان پاڑوں کی بلند چوٹیاں اور شیبہ افراز واقع ہیں۔

چوں کہ آپ نے توبہ کے ساتھ اس راہ کی حقیقت کو بیان کرنا طلب فرمایا تھا۔ اس لیے مختصر طور پر اس کا کچھ بیان لکھا گیا ہے :

وَالْأَمْرُ عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَہٗ۔ اصل معاملہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔
وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ مَن لَّدَيْكُمْ۔ آپ پر اور آپ کے حاضرین مجلس پر سلام ہو۔

مکتوب نمبر ۲۵۲

بعض سوالات کے جواب میں علامہ برکی کی طرف سے مآدیر پشاور :
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اَحْصٰیہِ۔
اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آدمی جو کچھ کرنا چاہے اپنے صاحب زمان کے حکم سے کرے تاکہ نیک نتیجہ حاصل ہو۔ اگرچہ شرعی کام ہوں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو بندہ تمام مشروعات میں فرمان کا امیدوار ہے۔

میرے مخدوم! بزرگوں کی بات صحیح ہے۔ اور آپ کو اذن حاصل کر کے ماذون کیا ہے، لیکن جاننا چاہیے کہ نتیجہ سے مراد مفادِ خیر ہے نہ کہ مطلق۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ ایک رسالہ میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ احواز قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں مرتبہ میں جمع یعنی احدیت ذات تعالیٰ سے ہے۔ پس رسالہ مبدرہ و معاد کی اس عبارت کے معنی کہ گمبہ

ربانی کی حقیقت قرآنی حقیقت سے بڑھ کر ہے۔ کیا ہوں گے؟

میرے مخدوم احدیت ذات سے مراد احدیت مجرودہ نہیں ہے کہ جس میں کوئی صفت و شان ملحوظ نہیں ہے۔ کیوں کہ حقیقت قرآن کا منشا صفت کلام ہے جو صفات ثنائیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اور حقیقت کعبہ کا منشا وہ مرتبہ ہے جو شیعہ ذات و صفات کی کمونیات سے برتر ہے۔ اس لیے اس کی برتری کی گنجائش نیز اپنے کھٹا کھٹا بعض تفاسیر میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں تو کافر ہو جاتا ہے کیونکہ سجدہ کعبہ کی طرف ہے نہ کعبہ کو۔ اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں سجدہ کے وقت لَکَ سَجْدَاتٍ (میں تیرے لیے سجدہ کیا، کتنے تھے ضمیروں کا مدلول نفس ذات ہے۔ پس سالامبد و معاویہ کی اس عبارت کے معنی کہ کعبہ کی صورت جس طرح اشیاء کی صورتوں کی بسجود ہے۔ اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقائق اشیاء کی بسجود ہے۔ کیا ہوں گے؟

میرے مخدوم! یہ عبارتوں کی فروگزاشتوں سے ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ آدم بسجود ملائکہ ہے۔ حالانکہ سجدہ خالق کے لیے ہے نہ کراں کی کسی مخلوق و مصنوع کے لیے۔ خواہ کوئی مخلوق ہو۔ آپ کا اور آپ کے تمام دوستوں اور یاروں اور خاص کر ملا پائندہ و شیخ حسن کو سلام ہو۔

مکتوب نمبر ۲۵۵

سنت سنیہ کے زندہ کرنے اور نافرستیہ بدعت کے دور کرنے کی ترغیب میں ملاحظہ فرما ہوری کی طرف لکھا :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ
الَّذِیْنَ اَصْطَلٰی - اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو جاقظ بہاؤ الدین کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ کس قدر مبارکی نعمت ہے کہ محدب مخلص بہ حق حضرت مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اور منکرہ اور نافرستیہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کے دور کرنے کے خواہاں ہوں۔ سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے نقص و نفی کو مستلزم ہے۔ پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کا مستلزم ہے۔ یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے، اور بالعکس۔

پس بدعت خواہ اس کو حسن کہیں یا سیتہ۔ رفع سنت کو مستلزم ہے۔ شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کہنا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ حسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا۔ کیونکہ تمام سنتیں حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں۔ اور ان کے اعضاء یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔

منقول ہے کہ حضرت ممدی رضی اللہ عنہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے۔ اور سنت کو زبرد فرمائیں گے۔ تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی۔ اور اس کو حسن خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا۔ تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے۔ اور ہمارے مذہب و ملت کو مار دیا اور خواب کر دیا ہے۔ حضرت ممدی رضی اللہ عنہ اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے۔ اور حسنہ کو سیتہ خیال کریں گے :

ذَٰلِكَ تَحْضِلُ اللَّهُ يُفَرِّدُكَ مِنْ لَيْسَ بِكَ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ

اور آپ پر اور ان سب پر جو آپ کے پاس

مَنْ لَدَيْكُمْ

ہیں سلام ہو۔

نسیان فقیر پر غالب ہے معلوم نہیں رہا کہ آپ کا مکتوب کس کے پُر و تھا۔ تاکہ سوالوں کے موافق جواب لکھتا۔ ممدو فرمائیں گے۔ میاں شیخ احمد فرملی، دوستوں میں سے ہے۔ چونکہ آپ کے قرب و جوار میں رہتا ہے اس لیے امید ہے کہ اس کے حق میں التفات و توجہ کو مد نظر رکھیں گے۔

مکتوب نمبر ۲۵۶

چند سوالات کے جواب میں یعنی اس سوال کے جواب میں کہ تعجب لا تعجب و غوث و خلیفہ کے کیا معنی

ہیں۔ اور اس سوال کے جواب میں کہ حدیث کہ لَا تُحَدِّثُونَ زَيْنًا إِلَّا يَكْفُرُ بِكَ الْوَلَدُ الْكَاثِرُ ہے۔ اور اس کے

مناسب مورد کے بیان میں میاں شیخ بریل الدین کی طرف ممدو فرمایا :

الْحَمْدُ لِلَّهِ . وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ

الَّذِينَ اصْطَفَى .

بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو ایک درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا اپنی بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے پوچھا

تھا کہ قطب و قطب الاقطاب و غوث و خلیفہ کے کیا معنی ہیں۔ اور ہر ایک ان میں سے کس کس خدمت پر مامور ہے اور اپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں۔ اور قطب الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے۔ کچھ اصل رکھتی ہے۔ یا کہ وہم و خیال کا اختراع ہے؟

جاننا چاہیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تا بعد از کامل تا بعد از کامل کے باعث جب مقام نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں۔ اور بعض کو صرف اس کمال کے حاصل ہونے پر کفایت فرماتے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جب کامل تا بعد از ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اور بعض کو صرف ان کمالات کے حاصل ہونے پر کفایت کرتے ہیں۔ جس طرح کہ اوپر گزرا۔

یہ دونوں منصب کمالات اصلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور کمالات ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب مگویا یہ دونوں مقام جبروت میں ہیں۔ ان دونوں مقاموں کے جواو پر ہیں عقل ہیں۔

اور شیخ محمد الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث ہی قطب مدار ہے۔ اس کے نزدیک منصب غوثیت منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے۔ بلکہ اس کے روزگار کا مدد معادن ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مددیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار قطب حکمی ہیں۔ اسی واسطے صاحب فتوحات مکیہ لکھتا ہے کہ :

مَا مِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ اَوْ كَافِرَةً
اِلَّا وَفِيهَا قُطْبٌ
مومنوں یا کافروں کا کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے
جس میں قطب نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ جو اس منصب کا کمال لکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لیے لازم نہیں کہ صاحب علم ہو۔ اور اپنی خدمت سے مطلع ہو۔ اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے اس مقام کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت ہے نہ اس مقام کے منصب کی بشارت جو علم سے وابستہ ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اس ایمان سے جو حدیث :

لَوْ اَتَيْنُوْا اِيْمَانًا اٰتٰى بَكِيْرًا مَّعَ اِيْمَانٍ
اَمِّيْنٍ لَّرَجَحٍ -
گواہ کر کے کہ ایمان میری اُمت کے ایمان کے ساتھ
دن کیا جاوے تو البتہ غالب آجائے۔

میں فاتح ہے، کیا مراد ہے اور اس کی ترجیح کا کیا سبب ہے۔

جاننا چاہیے کہ ایمان کا ترجمان مومن یہ کہ ایمان کے متعلقات سے برتر ہے۔ اس لیے راجح و غالب ہوگا۔
عنه کے ایمان کا متعلق تمام اُمت کے ایمان کے متعلقات سے برتر ہے۔ اس لیے راجح و غالب ہوگا۔
میرے مخدوم! عروجات میں معاملہ میان تک پہنچتا ہے کہ اگر ایک نقطہ زیادہ بلند جائیں۔ تو وہ کمالات
جو اس ایک نقطہ کے عروجات کے باعث حاصل ہوتے ہیں۔ تمام گوشت کمالات سے بہت زیادہ ہر سطح
کیونکہ نقطہ اپنے تمام ماتحتوں سے افروز تر ہے۔ یہی حال اُس نقطہ کا ہے جو اس نقطہ کے ماتقدم کے اوپر
ہے کیونکہ نقطہ ماتقدم ہی اپنے ماتحت کے نقطہ فوق کے مقابلہ میں حقیر و فقیر ہے۔ تو اس قیاس پر جس کے ایمان
کا متعلق کمال فرق ہو۔ وہ بے شک اپنے تمام ماتحت سے راجح و غالب ہوگا۔ اسی بنا پر سے کہتے ہیں کہ عارف
کا معاملہ میان تک پہنچتا ہے کہ ایک خط میں تمام ماتقدم کمالات کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور فقیر کی تحقیق کے اندازہ
کے مطابق ایک لمحہ میں تمام ماتقدم کمالات سے زیادہ تحصیل کر لیتا ہے :

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَآؤُ -
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ -
اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور نیز لو چھاننا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے تابعین نے لکھا ہے کہ جس قدر اللہ کے حضرت
موسٰی علی نبینا وعلیہ السلام کے سبب قتل کیے گئے۔ ان سب مقتولوں کی امتداد میں حضرت موسٰی علیہ السلام
کی طرف منتقل ہو گئیں۔ اس بات کی حقیقت مفصل طور پر لکھیں۔

جاننا چاہیے کہ درست ہے کیونکہ تحقیق سے لکھا ہے کہ جس طرح ایک شخص کو جماعت کے کمالات
حاصل ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ اسی طرح جماعت کو بھی ایک شخص کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بنتے
ہیں۔ پیر اگرچہ پیروں کے کمالات حاصل ہونے کا سبب ہے۔ لیکن مرید بھی پیر کے کمالات کا سبب ہیں
اس مطلب کو فقیر یا کولات و مشروبات میں بھی جن کو اپنے بدن کا اجزا بناتا تھا عروس کرتا تھا، اگرچہ طعام اور پینے
کی چیز کھاتا پیتا تھا۔ استعداد کی جامعیت کا سبب ہوتا تھا۔ اور ایک الگ قابلیت پیدا کرتا تھا۔ اور جب کبھی
مکولات لذیذہ کے چھوڑنے کا قصد کرتا تھا۔ تو روک دیا جاتا تھا۔ اور اس جامعیت اور قابلیت کے حاصل
ہونے کی وجہ سے اس لذیذ طعام کو چھوڑنے کی اجازت نہ ملتی تھی۔ اور بسا اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک
سلسلہ ام سہمی نے اللہ اللہ اور ابن عدی نے کمال میں بروایت ابن عربی اللہ تعالیٰ عز و جبار روایت کیا۔

استعداد دوسرے میں ملتی اور جزئی طور پر انتقال کر جاتی ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ ایک خالی ہے اور دوسری بحقیقت سے پر ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ شیخ نجم الدین گبرنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید کو ایک بزرگ کے پاس بھیجا تاکہ اس کے ذریعے معلوم کریں کہ آپ کس پیغمبر کے قدم کے نیچے ہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تیرا جو دوس کام میں ہے۔ شیخ نے اس عبارت سے سمجھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہیں۔ اس عبارت سے یہ مطلب کس طرح سمجھ لیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جمہود، یہود کو کہتے ہیں جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی آستین سے نیر آپ نے پوچھا تھا کہ نعمات میں لکھا ہے کہ چار آدمیوں کے سوا تمام اولیاء کی ولایت مرنے کے بعد سلب ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ ولایت سے مراد تصرفات اور کرامات کا ظہور ہوگا ذکر اصل ولایت جو قرب الہی سے مراد ہے۔ اور نیز سلب سے مراد کرامات کے بکثرت ظاہر ہونے کا سلب ہوگا۔ ذکر اس ظہور کے اصل کا سلب۔

چونکہ یہ بات کشفی ہے اور کشف میں خطا کی ہمت مجال ہے۔ معلوم نہیں کہ آپ نے کیا دیکھا اور کیا سمجھا ہے۔

آپ نے اولیاء کی بعض کرامات کا ظہور طلب فرمایا تھا۔ آپ منتظر رہیں :

سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا۔ اللہ تعالیٰ بعدی سہلی کے بعد فراخی لانے کا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ فیثا پوری میں لکھا ہے۔ اِنَّ شَآءَ نَكَ هُوَ اَكْبَرُ يَعْنِي شَآءَ نَكَ يَا كے ساتھ ہے یا ہمزہ (ع) کے ساتھ۔ اس کی تحقیق کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ شَآءَ نَكَ ہمزہ کے ساتھ ہے۔ اور جس نے یا سے لکھا ہے وہ غیر مشہور قرأت ہوگی۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض عورتیں شغولی یعنی ذکر کی طلب ظاہر کرتی ہیں۔ اگر عورات میں تو کوئی منع نہیں ورنہ پردہ میں بیٹھ کر طریقہ اخذ کریں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اہل حدیث نے ہر مہینہ میں محسوس ایام مقرر کیے ہیں۔ اور اس بارہ میں حدیث نقل کرتے ہیں۔ فرمائیں کہ کس طرح کرنا چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ فقیر کے والد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ جو اکابر محدثین

سے تھے۔ اور حرمین میں شیخین کے لقمے مشہور تھے کسی تقریب پر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اس حدیث کو کرمانی شاعر صبح بخاری نے نقل کیا ہے۔ لیکن ضعیف ہے۔ صبح حدیث اس بارہ میں آیاتہم اللہ والیعا ذہباً واللہ (دن اللہ کے دن ہیں اور بندے بھی اللہ کے بند ہیں) ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ دنوں کی نحوست رحمت عالمیان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دور ہوگئی۔ آیاتہم یحسبک مینی محروس دن گزشتہ امتوں کی نسبت تھے۔ اور فقیر کا عمل بھی اسی پر ہے۔ اور کسی دن کو دوسرے دن پر ترجیح نہیں دیتا، جب تک کہ اس کی ترجیح شارع سے معلوم نہیں کرتا۔ جیسے کہ جمعہ اور رمضان وغیرہ۔

نیز اپنے لکھا تھا کہ وہ معارف جو باریت کو برداشت کرنے سے تعلق رکھتے ہیں خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں نہیں ملے۔ آپ ان کو کہاں پائیں گی کہ وہ مکتوب انہی دنوں میں لکھا گیا ہے اور اس کی نقل ابھی آپ کو نہیں پہنچی۔ مکتوب بہت لمبا ہے۔ شاید ایک جزو سے زیادہ ہوگا۔ فقیر نے اس کی نقل آپ کی طرف بھیجنے کے لیے کمدیا ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۵۷

محمل طور پر تقریر کے بیان میں میر نعمان کا طرف صادر فرمایا :

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو شیخ احمد فرہی کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا۔ بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے وہ رسالہ جس میں طریقہ کا بیان ہے طلب فرمایا تھا۔ ابھی اس کے مستوحے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر خدا نے توفیق دی تو ریاض میں کھڑے کر بھیجا جائے گا۔ فی الحال مختصر طور پر چند فقرے طریقہ کے بیان میں لکھتا ہے۔ گوش ہوش سے سنیں۔

میرے سیادت پناہ اودہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے اس کے یزک ابتدا قلب سے ہے۔ قلب سے گزر کر مراتب روح میں جو اس سے اوپر ہے سیر واقع ہوتا ہے۔ ۱۰ لہجہ روح سے گزر کر یہ معاملہ بزر کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے پڑتا ہے۔ یہی حال غنی اور افغانی میں ہے۔

ان لطائف نیچگانہ کی منزلوں کے طے کرنے اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق مجاہد علوم و دعاات کے حاصل ہونے اور ان احوال و مواجید کے ساتھ جو ان نیچگانہ میں سے ہر ایک کے ساتھ مجاہد مخصوص

ہیں متحقق ہونے کے بعد ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں، سیر واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جو کچھ عالم کبیر میں ہے اس کا اصل عالم کبیر میں ہے۔ عالم صغیر سے مراد انسان ہے اور عالم کبیر سے مجسمہ کائنات۔ اور پنجگانہ لطائف کے اصول میں سیر کا آغاز عرش مجید سے ہے جو انسان کے قلب کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر بلوغ انسانی کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر سراسر انسانی کا اصل ہے۔ اور اصل سر کے اوپر خفی کا اصل ہے۔ اور اصل خفی کے اوپر اخفی کا اصل ہے۔

جب عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کو تفصیل طور پر طے کر کے اس کے اخیر نقطہ تک پہنچتے ہیں اس وقت دائرہ امکان تمام طے ہو کر فنا کی منزلوں میں سے اول منزل میں قدم رکھا جاتا ہے۔

بعد ازاں اگر ترقی واقع ہو تو اسما و صفات واجب تعالیٰ کے ظلال میں سیر واقع ہوگا۔ اور یہ ظلال و جہے امکان کے درمیان برزخ کی طرح ہیں۔ اور عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کے لیے اصول کی مانند ہیں۔ اور ان ظلال میں بھی اسی ترتیب سے سیر ہوگا۔ جس طرح ان کے فروغ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اگر اللہ جل شانہ کے فضل سے ان ظلال کی بہت سی منزلوں کو بھی طے کر کے ان کے اخیر نقطہ تک پہنچ جائیں۔ تو پھر اسما و صفات واجب تعالیٰ میں سیر شروع ہوگا۔ اور اسما و صفات کی تعلیقات ظاہر ہوگی۔ اور شیون اعتبارات کا طور و جلوہ فرمائے گا۔ اس وقت عالم امر کے پنجگانہ لطائف کا معاملہ سب کا سب طے ہو جائے گا۔ اور ان کا حق ادا ہو چکے گا۔ اس کے بعد اگر خدا نے تعالیٰ کے فضل سے اس مقام سے بھی ترقی واقع ہو جائے تو نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑے گا۔ اور مقام رضا جو سلوک کے مقامات میں سے نہایت کا مقام ہے حاصل ہو جائے گا۔ اس مقام میں شرع صادر حاصل ہوتا ہے، اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں وہ کمالات جو عالم امر سے متعلق ہیں، ایسے ہیں جیسے دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرہ۔

یہ سب کمالات جن کا ذکر ہو چکا ہے اسم ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ کمالات جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں، وہ اور ہیں۔ جو استنار اور تبلیغ (پوشیدگی اور باطن) کے مناسب ہیں۔ جب ان دونوں مبارک اسموں کے کمالات سب کے سب حاصل ہو جائیں تو گویا سالک کے لیے اُڑنے کے دو بازو میسر ہو جاتے ہیں۔ جن کی قوت سے عالم قدس میں پرواز کرتا اور بے انداز ترقیاں حاصل کرتا ہے، اس معاملہ کی تفصیل بعض مسودوں میں تحریر ہو چکی ہے۔ میرے فرزند ارشد ان کے جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

دوسرے یہ عرض ہے کہ اگر ہو سکے تو ایک مرتبہ ضرور اس جگہ تشریف لائیں۔ بشرطیکہ اس مقام کو خال نہ چھوڑیں اور اس انتظام کو درہم برہم نہ کریں۔ آپ ہی اکیلے آئیں اور یاروں میں سے جس کسی کو پیش قدم بائیں

اس جماعت کا پیشوا بنا کر ان محدود کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم دوسرے وقت تک فرصت دیں یا نہ دیں۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۵۸

حق تعالیٰ کی اقربت (اقرب و قریب ہونے) کے بیان میں شریف خاں کی طرف ملاحظہ فرمایا :

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ
الَّذِينَ اصْطَفٰی
اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر
سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جواز روئے کرم ان محدود کے فقرائے نامزد فرمایا تھا۔ اس کے پہنچنے سے بہت مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے مخدوم! اگر حق تعالیٰ کا ہمارے ساتھ ہم سے زیادہ اقرب ہونا نص قطعی سے ثابت ہے لیکن کیا کیا جائے کہ حق تعالیٰ ہماری عقلوں اور فہموں اور ہمارے علوم و ادراکات سے ورادہ الودا ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ماوراء ہونا اقرب میں ہے نہ جانب بُعد میں۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ ہر نزدیک سے زیادہ نزدیک ہے حتیٰ کہ اس کی ذات احدیت کو ان صفات کی نسبت جن کے آثار و افعال ہم ہیں زیادہ نزدیک پاتے ہیں۔ یہ معرفت نظر عقل سے ماوراء ہے۔ کیونکہ عقل اپنے سے زیادہ نزدیک کا تصور نہیں کر سکتی۔ ایسی مثال جو اس سمجھ کی تشریح و توضیح کر سکے۔ ہر چند تلماش کی گئی، پر نہ ملی۔ اس معرفت کی دلیل و سند نص قطعی اور کشف صحیح ہے۔

مشائخ طریقت نے توحید و اتحاد کی نسبت بہت گفتگو کی ہے۔ اور قرب و معیت کی نسبت کچھ نہ کچھ بیان فرمایا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کی اقربت کی نسبت خاموشی اختیار کی ہے۔ اور کوئی بیان شافی اس بارہ میں نہیں فرمایا :

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اقربت (زیادہ قریب ہونا) ہماری البدیت (زیادہ دور ہونا) کا سبب ہوتی ہے :

هٰذَا اِلٰی اَنْ يَّبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ -
فَاَنْفَعَهُ فَاَنْ كَلَّمَنا اِمَارَاتٍ
یہ کافی ہے یہاں تک کہ کتاب اپنے مقرر وقت کو پہنچے
پس پھر تو کہہ کر ہمارا کلام اشارت و بشارت کے
قبیلہ سے ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ مَنْ أَتَبَعَ
الْهُدَىٰ وَالزَّيْمَ مَتَابَعَةَ الْمُصْطَفَىٰ عَلَيْهِ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ آمَنَّا بِهَا وَآمَنَّا بِهَا
اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے
ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
وہم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر ۲۵۹

پیغمبروں کے پیچھے کے ناموں اور واجب الوجود تعالیٰ کی معرفت میں عقل کے مستقل نہ
ہونے اور حکم خاص کے بیان میں جو شاہی جبل اور پیغمبروں کے زمانہ قدرت کے شرکوں اور صاحب
کے شرکوں کے اطفال کے حق میں فرمایا ہے۔ اور گزشتہ کتابوں میں زمین ہند میں اہل ہند سے انبیاء
کے مبعوث ہونے کی تحقیق اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زاد خواجہ محمد سعید کی طرف جو علوم
عقلیہ و نقلیہ کے جامع اور نسبت علیہ کے صاحب ہیں صادر فرمایا :

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا
لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَذَا نَسَا اللَّهُ لَقَدْ
جَاءَتْ رُسُلًا مِّنَّا بِالْحَقِّ
اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت
دی اور ہم بگزر ہدایت نہ پاسے اگر ہم کو اللہ تعالیٰ
ہدایت نہ کرتا۔ بے شک ہمارے رب کے پیغمبر حق
کرائے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارسال کرنے کی نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے اور کس دل
سے اس شہم کا اعتقاد کیا جائے۔ اور وہ اعضا کمال ہیں جو اعمال حسنہ کے ساتھ اس نعمت عظمیٰ کا بدلہ ادا
کر سکیں۔ اگر ان بزرگواروں کا وجود شریف نہ ہوتا۔ ہم بے بھروسہ کو صانع کے وجود اور اس کی وحدت کی
طرف کون ہدایت کرتا۔

یونان کے قدیم فلاسفہ باوجود بڑے دانا ہونے کے صانع کے وجود کی طرف ہدایت نہ پاسکے۔ اور
کائنات کے وجود کو دھری یعنی زمانہ کی طرف منسوب کیا۔ لیکن جیب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے
انوار کا دین چڑھا تو متاخرین فلاسفہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کی برکت سے اپنے
معتقدین کے مذہب کو روکیا۔ اور صانع جل شانہ کے وجود کے قائل ہوئے اور حق تعالیٰ کا اثبات ثابت کیا
پس ہماری عقلیں انوار نبوت کی تائید کے بغیر اس کام سے معزول ہیں اور ہمارے فہم وجود انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے وسیلہ کے سوا اس معاملہ سے دور ہیں پھر معلوم نہیں کہ ہمارے اصحاب ماتریدیہ نے بعض امور

شل وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت میں عقل کے استقلال سے کیا مراد لی ہے کہ انہوں نے شاپرچیل بت پرست کو ان دونوں یعنی وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت کے لیے مکلف کیا ہے۔ اگرچہ اس کے پیغمبر کی دعوت نہیں پہنچی ہو۔ اور ان دونوں میں نظر وغیرہ کے ترک کرنے پر اس کے کفر اور غلو و فی الناس کا حکم لگایا ہے۔ لیکن ہم بلاغ مبین اور حجت بالغہ کے پیغمبر جو پیغمبروں کے ارسال کرنے پر وابستہ ہے۔ کفر اور غلو و فی النار کا حکم دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل اللہ کی مجتہدوں میں سے ایک حجت ہے۔ لیکن مجتہد میں ایسی حجت بالغہ نہیں ہے جس پر ایسا سخت عذاب مترتب ہو سکے۔

سوال :

اگر شاپرچیل میں رہنے والا جو بت پرست ہے دوزخ میں ہمیشہ کے لیے نہ رہے تو پھر وہ بہشت میں جائے گا۔ اور یہ بھی جائز نہیں کیونکہ جنت میں داخل ہونا مشرکوں پر حرام ہے۔ اُن کی جگہ دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

مَنْ يُشْرِكْ بِرَبِّ اللَّهِ فَقَدْ خَرَّ مِمَّا عَلَيْهِ الْجَنَّةُ وَمَا لَهُ النَّجَارُ۔ جو اللہ کے ساتھ شریک کرے اُس پر جنت حرام ہے اور اُس کی جگہ دوزخ ہے۔

اور جنت و دوزخ کے درمیان کوئی اور واسطہ ثابت نہیں۔ اور اصحاب اعراف بھی چند روز کے بعد بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ پس یا جنت میں داخل ہو گیا دوزخ میں۔

یہ سوال واقعی بہت مشکل ہے۔ اس فرزند ارشد کو معلوم ہے کہ مدت تک اس فقیر پر اس سوال کا ٹکلا ہوتا رہا لیکن جواب شافی کچھ نہ پایا۔ اور جو کچھ فتوحات مکہ و مدینہ نے اس سوال کے حل میں کہا ہے۔ اور قیامت کے دن ان لوگوں کی دعوت کے لیے پیغمبر کا مبعوث ہونا ثابت کیا ہے۔ اور اس دعوت کے رد و انکار کے بموجب ان کے لیے بہشت و دوزخ کا کیا حکم ہے۔ اس فقیر کے نزدیک پسند و بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ دارِ آخرت دارِ جزا ہے نہ دارِ تکلیف تاکہ کسی پیغمبر کے بھیجنے کی ضرورت نہ پڑے۔ بہت مدت کے بعد خداوند تعالیٰ کی غنایت نے رہنمائی کی اور اس سہرا کو حل کر دیا۔ اور منکشف فرمایا کہ یہ لوگ نہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے نہ دوزخ میں بلکہ آخرت کے بعثت و احیاء کے بعد ان کو مقام حساب میں کھڑا رکھ کر گناہوں کے اندازہ کے موافق ان کو کتاب و عذاب دیں گے۔ اور حقوق پورے کر کے غیر مکلف حیوانوں کی طرح ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشے محض کر دیں گے۔ پس غلو و کس کے لیے اور غلو کون ہو گا اس معرفت غریبہ کو جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پیش کیا گیا۔ تو سب نے اس کی تصدیق کی اور اس کو مقبول مندرمایا۔ وَالْوَلَدُ

عَنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ۔

فقیر پر یہ بات نہایت ناگوار گزرتی ہے کہ حق تعالیٰ باوجود اپنی کمال رافت و رحمت کے بغیر اس بات کے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فیضیہ ابلاغ میں فرمائے، صرف عقل کے اعتبار پر جس میں غلطی اور خطا کی بہت مجال ہے، پس اپنے بندے کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈالے اور ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار کرے۔ جس طرح کہ باوجود شرک کے اس کے لیے جنت میں ہمیشہ رہنے کا حکم کرنا ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کہ جنت دوزخ کے درمیان واسطہ کے قائل نہ ہونے کے باعث اشعری کے مذہب کے لازم آتا ہے پس حق یہی ہے جو مجھے الہام ہوا کہ قیامت کے دن محاسبہ کے بعد وہ معدوم کیا جائے گا۔ اور فقیر کے نزدیک دار حرب کے شرکین کے اطفال کے بارہ میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے۔ خواہ ایمان اہمالت کے طور پر ہو یا تبعیت کے طور پر اگرچہ تبعیت دار اسلام میں ہوتی ہے جیسے کراہی و تمکے کے ترکوں کے لیے۔ لیکن ان کے حق میں ایمان مطلق طور پر مفقود ہے۔ پس بہشت میں ان کا داخل ہونا مستعزیز نہیں ہوتا۔ اور دوزخ میں داخل ہونا، اور اس میں ہمیشہ رہنا تکلیف کے ثبات ہونے کے بعد مشرک پر منحصر ہے۔ اور یہ بھی ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس ان کا حکم حیوانوں کا سا حکم ہے کہ بعثت و نشور کے بعد حساب کے لیے ٹھہرائیں گے اور ان سے حقوق پورا کر کے ان کو معدوم و نیست و نابود کر دیں گے۔ اور ان شرکوں کے حق میں بھی جو پیغمبروں کی خیریت کے زمانہ (دو پیغمبروں کا درمیانی زمانہ) میں ہونے ہیں اور جن کو کسی پیغمبر کی دعوت نصیب نہیں ہوئی یہی حکم ہے۔

اسے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر کو وسیع کرتا ہے، کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا سب جگہ نور پہنچا ہے۔ حتیٰ کہ یا جوج ماجوج میں بھی جن کو دیوارِ حائل ہے پہنچا ہوا ہے۔ اور گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرتے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے دور و کھائی دیتی ہے، معلوم کرتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور صانعِ جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے۔ اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوارِ شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں۔ اگر ان شہروں کو معین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر جو جس کی کسی نے تابعداری نہیں کی اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اور کوئی ایسا پیغمبر ہے کہ صرف

کو صانع جل شانہ کی معرفت کی طرف دعوت کی ہو۔ اور حق تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت سے منع کیا ہو۔ اور اس قوم یا گاہوں والوں نے اس کا انکار کیا ہو۔ اور اس کو ذلیل و جاہل سمجھا ہو۔ اور جب انکار و تکذیب حد سے بڑھ گیا ہو۔ تو حق تعالیٰ کی مدد سے اگر ان کو ہلاک کر دیا ہو۔

اسی طرح کچھ مدت کے بعد ایک اور پیغمبر کسی قوم یا گاہوں کی طرف مبعوث ہوا ہو۔ اور اس پیغمبر نے بھی ان لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہو جو پہلے پیغمبر نے کیا تھا۔ اور اس پیغمبر کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ان کے پہلوں نے کیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہوتا رہا ہو۔

زمین ہند میں گاہوں اور شہروں کی ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ ہلاک ہو گئے۔ لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے ہم عصروں کے درمیان باقی رہا :

جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّكُمْ
يَتَذَكَّرُونَ ۔ اور اس کلمہ کو اس واسطے پیچھے باقی رکھا کہ
شاید وہ رجوع کر آئیں۔

ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت کی خبر ہم تک تب پہنچتی جب کہ بہت سے لوگ ان کے تابع ہوتے اور بڑی بھاری قوم ہم پہنچتے۔ جب ایک آدمی آیا اور چند روز دعوت کر کے چلا گیا۔ اور کسی نے اُس کو قبول نہ کیا۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے بھی یہی کام کیا۔ اور ایک آدمی اس کے ساتھ ایمان لایا۔ اور دوسرے کے ساتھ دو تین آدمی ایمان لائے۔ تو پھر خبر کس طرح پھیلی اور عام ہوتی۔ اور کفار سب کے سب انکار کے درپے رہ گئے اور اپنے باپ دادا کے دین کے مخالفوں کو رد کرتے تھے۔ تو پھر نقل کرنا اور کس کی طرف نقل کرنا۔

دوسرے یہ کہ نبوت و رسالت و پیغمبر کے الفاظ ان پیغمبروں اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے متحد ہونے کے باعث عربی اور فارسی لغت کے تھے۔ اور یہ الفاظ ہندی لغت میں نہ تھے۔ تاکہ ہند کے مبعوث انبیاء کو نبی یا رسول یا پیغمبر کہتے اور ان ناموں سے ان کو یاد کرتے۔

اور نیز اس سوال کے جواب میں ہم معارضہ کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ان کی زبان میں ان کو دعوت بھی نہ کی ہو تو پھر ان کا حکم بھی شاہنشاہ جیل کا حکم ہو گا کہ باوجود سرکشی اور دعویٰ الوہیت کے دونوں میں نہ جائیں۔ اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں۔ اس بات کو بھی نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے اور نہ ہی کشف صبح اس کی شہادت دیتا ہے کیونکہ ہم ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو دونوں کے وسط میں دیکھتے ہیں۔ وَ اِنَّهُ اَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ۔ وَ السَّلَامُ۔

مکتوب نمبر ۲۶۰

حقانی آگاہ و سادات دستگاہ علم فیض الہی و منبع رحمت نامتناہی مخدوم زادہ میان شیخ محمد صادق سلاطین
کے طرف سادہ فرمایا :

اس طریق کے بیان میں جس سے آپ کی ذات کو مستاذ کیا گیا ہے۔ اور جس میں ولایت سرکار
یعنی ولایت صغریٰ، جو اولیاء کی ولایت ہے۔ اور ولایت کبریٰ، جو بنی بریل کی ولایت ہے۔ اور ولایت
علیہ کا جو ملائے الہی کی ولایت ہے۔ یہاں مندرج ہے۔ اور جس میں ہر قسم کی ولایت پر نبروت کے افضل
ہونے کا بیان ہے۔ اور لطائف عشرہ و انسان کے بیان میں کہ ان میں سے بیخ عالم اس سے ہیں اور دوسرے
بیخ عالم خلق سے جو نفس اور عناصر اربعہ ہیں، مع ان کمالات کے جو ان لطائف میں سے ہر ایک کے ساتھ
مخصوص ہیں۔ اور عالم اس پر عالم خلق کے افضل ہونے کے بیان میں۔ مع ان کمالات کے جو بعض نمک
سے مخصوص ہیں۔ اور ان عجیب و غریب علوم و سادات کے بیان میں جو ہر مقام کے مناسب ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَآحِبَّائِهِ الطَّاهِرِينَ
الشیخ العالیین کی حمد و سجادہ اور حضرت امیر المومنین

اسے فرزند ابدی سادات مند کرے۔ جانتا چاہیے کہ عالم اس کے پنجگانہ لطائف یعنی قلب روح و سر و
خفی و خفی جو انسانی عالم صغیر کے اجزاء ہیں۔ ان کے اصل عالم کبیر میں ہیں۔ جس طرح کہ عناصر اربعہ جو انسان کے اجزاء
ہیں اپنی اصل عالم کبیر میں رکھتے ہیں۔ اور ان پنجگانہ لطائف کے اصولوں کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو لامکانیت
سے موصوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اس کو لامکانی کہتے ہیں۔ دائرہ امکان یعنی خلق و اسرار و صغیر و کبیر ان اصول
کی نہایت تک تمام ہو جاتا ہے اور عدم کا وجود سے ملتا جو امکان کا منشا ہے اس مقام میں منتہی ہو جاتا ہے
جب سالک رشید محمدی الشرب لطائف بیخ گانہ کو ترتیب وار طے کر کے ان کے اصول میں جو عالم کبیر میں
ہیں سیر فرماتا ہے اور بلند فطرتی بلکہ محض فضل ازبندی سے ان سب کو ترتیب و تفصیل کے ساتھ طے کر کے ان
کے اخیر نقطہ تک پہنچتا ہے تو اس وقت دائرہ امکان کو سیرالی اللہ کے ساتھ تمام کر لیتا ہے۔ اور فنا کے اسم
کا اطلاق اپنے اوپر حاصل کر کے ولایت صغریٰ میں جو اولیاء کی ولایت ہے، سیر شروع کرتا ہے۔ اور اس کے
بعد اگر اسمائے و جہی تعالیٰ و تقدست کے ظلال میں جو حقیقت میں ان پنجگانہ عالم کبیر کے اصول ہیں۔ اور

اور جن میں علوم کی کچھ آمیزش نہیں ہے سیر واقع ہو جائے۔ اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیر فی اللہ کے طریق سے طے کر کے ان کی نہایت تک پہنچ جائے تو اسمائے وجہی کے ظلال کا دائرہ سب کا سب تمام ہو جاتا ہے۔ اور اسما و صفات واجبی جل شانہ کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ولایت صغریٰ کے عروج کی نہایت یہیں تک ہے۔ اس مقام میں حقیقت فنا کا آغاز متحقق ہوتا ہے اور ولایت کبریٰ کی ابتدا میں جو انبیائے عظیم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے قدم رکھا جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ دائرہ ظل انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادی تعینات کو متضمن ہے۔ اور ہر ایک اسم کا ظل ہر ایک شخص کا مبداء تعین ہے۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جو انبیائے عظیم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں سے اشرف ہیں مبداء تعین اس دائرہ کے اوپر کا نقطہ ہے۔

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ جب سالک اس اسم تک جو اس کا مبداء تعین ہے۔ پہنچ جاتا ہے تو اس وقت سیر الہی اللہ کو تمام کر لیتا ہے۔ اس اسم سے مراد اسم الہی جل شانہ کا ظل اور اسم کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے نہ کہ اس اسم کا اصل۔ اور یہ دائرہ ظل حقیقت میں مرتبہ اسما و صفات کی تفصیل ہے۔ مثلاً علم ایک حقیقی صفت ہے جس کی بہت سی جزئیات ہیں۔ اور ان جزئیات کی تفصیل اس صفت کے غلول ہیں۔ جو اجمال کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور اس صفت کی ہر ایک جزئی انبیائے کرام و ملائکہ عظام کے سوا باقی اشخاص میں سے ہر ایک شخص کی حقیقت ہے۔ اور انبیاء و ملائکہ کے مبادی تعینات ان ظلال کے اصول یعنی ان مفصلہ جزئیات کی کلیات ہیں۔

مثلاً صفت العلم اور صفت القدرت اور صفت الارادت وغیرہ وغیرہ۔ اور بہت سے اشخاص ایک صفت میں جو مبداء تعین ہے مختلف اعتباروں کے لحاظ سے باہم شرکت رکھتے ہیں۔ مثلاً حضرت خاتم الانبیا علیہ السلام کا مبداء تعین شان العلم ہے۔ اور یہی صفت العلم ایک اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مبداء تعین ہے۔ اور نیز یہی صفت ایک اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کا مبداء تعین ہے۔ اور ان اعتبارات کا تعین خواہر محمد اشرف کے مکتوب میں ذکر ہو چکا ہے۔

اور یہ جو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ حقیقت محمدی تعین اول ہے جو حضرت اجمال ہے اور وحدت کے نام سے موسوم ہے۔ ان کی مراد جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے یہ ہے کہ اس سے ان کی مراد اسی دائرہ ظل کا مرکز ہے۔ اس دائرہ ظل کو تعین اول سمجھے ہیں اور اس کے مرکز کو اجمال جان کر اس کا نام وحدت رکھا ہے۔ اور اس